اکتوبر ۱۹۹۰ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

شمالی امریکہ میں اسلامی انقلابی تحریک کے امکانات اور اس کے تقاضے اور لوازم!

ڈیٹرائٹ (امریکہ) میں رفقاء تنظیم اسلامی کے اجتماع میں امیر تنظیم کا خطاب

یکے از مطبوعات
تنظیم اسلامی

بعثتِ انبیاء و رسل کا اساسی مقصد ——— اور

بعثتِ محمدیؐ کی تامی و تکمیلی شان ——— نیز

انقلابِ نبوی کا اساسی منہاج ———

ایسے اہم موضوعات پر

——— ڈاکٹر اسرار احمد ———

کی

حد درجہ جامع تصنیف

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

کا مطالعہ کیجیے

اشاعتِ خاص (اعلیٰ سفید کاغذ مجلد)	-/۲۵ روپے
اشاعتِ عام (نیوز پرنٹ غیر مجلد)	-/۸ روپے

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶- کے ماڈل ٹاؤن لاہور-۱۴ فون: ۸۵۶۰۰۳

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

جلد: ۳۹

شمارہ: ۱۰

ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ

اکتوبر ۱۹۹۰ء

فی شمارہ -/۵

سالانہ زرِتعاون -/۵۰

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

SUBSCRIPTION RATES OVERSEAS

U S A US $ 12/=
c/o Dr Khursid A. Malik
SSQ 810 73rd street
Downers Grove IL 60516
Tel : 312 969 6755

c/o Mr. Rashid A. Lodhi
SSQ 14461 Maisano Drive
Sterling Hgts MI 48077
Tel : 313 977 8081

CANADA US $ 12/=
c/o Mr. Anwar H. Qureshi
SSQ 323 Rusholme Rd # 1809
Toronto Ont M6H 2 Z 2
Tel : 416 531 2902

UK & EUROPE US $ 9/=
c/o Mr. Zahur ul Hasan
18 Garfield Rd Enfield
Middlessex EN 34 RP
Tel : 01 805 8732

MID-EAST DR 25/=
c/o Mr. M. Ashraf Faruq
JKQ P.O. Box 27628
Abdu Dhabi
Tel : 479 192

INDIA US $ 6/=
c/o Mr. Hyder M. D. Ghauri
AKQI 4-1-444, 2nd Floor
Bank St Hyderabad 500 001
Tel : 42127

K S A SR 25/=
c/o Mr. M. Rashid Umar
P O. Box 251
Riyadh 11411
Tel : 476 8177

JEDDAH (only) SR 25/=
IFTIKHAR-UD-DIN
Manarah Market,
Hayy-ul-Aziziyah,
JEDDAH.
TEL: 6702160

D.D./Ch. To, Maktaba Markazi Anjuman Khudam ul Quran Lahore,
U B L Model Town Ferozpur Rd Lahore.

اِدارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن

حافظ عاکف سعید

حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون: ۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۴

سب آفس: ۱۱۔ داؤد منزل نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی۔ فون: ۲۱۶۵۸۶

پبلشرز: لطف الرحمٰن خان طابع: رشید احمد چودھری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

- **عرض احوال** ——— ۳
  عاکف سعید
- **تذکرہ وتبصرہ** ——— ۷
  "شمالی امریکہ میں اسلامی انقلابی تحریک کا امکان
  اور اس کے لوازم اور تقاضے"
  ڈیٹرائیٹ (امریکہ) میں رفقائے تنظیم سے امیر تنظیم کا خطاب
- **الہدیٰ** (قسط ۶۹) ——— ۲۷
  سورۃ الصّف : جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے ضمن میں جامع ترین سورۃ (۲)
  ڈاکٹر اسرار احمد
- **مذاکرہ** ——— ۳۹
  جمہوریت کی تائید کیوں ؟
  عاکف سعید
- **تعلیم وتعلّم قرآن کی اہمیّت** ——— ۴۷
  نوجوان طلبہ سے امیر تنظیم اسلامی کے خطاب کا دوسرا حصّہ
- **رودادِ سفر** ——— ۵۹
  امریکہ اور سعودی عرب میں بائیس دن
  مرتب : حافظ عاطف وحید
- **رفتارِ کار** ——— ۶۹
  (i) کراچی میں ایک روزہ دعوتی پروگرام
  (ii) پشاور میں جلسۂ عام
  (iii) امیر تنظیم اسلامی کے خطاباتِ جمعہ کے پریس ریلیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

۴ر اکتوبر کو تنظیم اسلامی کے تحت لاہور میں باغ بیرون موچی دروازہ میں ہونے والے جلسۂ عام کی اطلاع اکثر قارئین تک پہنچ چکی ہوگی۔ تنظیم کے لیے اس نوع کے جلسے کے انعقاد کا یہ پہلا موقع ہے ۔۔ اس سے قبل تنظیم کی دعوت اکثر و بیشتر مساجد یا عمارات کے اندر بنے ہوئے ہال کمروں تک محدود تھی۔ اِدھر کچھ عرصے سے کارنر میٹنگ کے پروگرام بھی تشکیل دیئے جاتے رہے اور چھوٹے پیمانے پر ایک آدھ جلسے کا انعقاد بھی عمل میں آیا۔ لیکن باقاعدہ 'جلسۂ عام' کی صورت میں تنظیم کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کا یہ پہلا ہی معاملہ ہے ۔۔۔۔
مارچ ۹۰ء میں سالانہ اجتماع کے موقع پر یہ طے پایا تھا کہ اب ہمیں تنظیم کی دعوت کو عوامی سطح پر پیش کرنے کے لیے مسجد سے نکلنا ہوگا۔ گویا ع "نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبّیری" کا ایک ہلکا سا عکس اب ہماری تحریکی جدّوجہد میں بھی آنا چاہیے۔ چنانچہ اس فیصلے کو باضابطہ رُوبعمل لانے کے لیے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں 'جلسۂ عام' کے انعقاد کے پروگرام تشکیل دے دیئے گئے۔ اِس سلسلے کا پہلا جلسۂ عام ۲۵ر ستمبر کو پشاور میں منعقد ہو چکا ہے۔ (اس کی رپورٹ بھی اسی شمارے میں شامل ہے!) ۔۔ اور دوسرا اور مرکزی جلسہ ۴ر اکتوبر کو موچی دروازہ لاہور میں منعقد ہو رہا ہے۔ اِس جلسے کے لیے امیر تنظیم کے خطاب کا عنوان 'نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا مصطفوی طریق کار' طے پایا ہے۔ الحمدللہ کہ لاہور کی مقامی تنظیم اس جلسے کی تیاری میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہی۔ جلسے کی پبلسٹی کے لیے منصوبہ بندی بھی اللہ کے فضل و کرم سے عمدہ طریقے سے کی گئی ہے۔ (اس کی تفصیلات تو آئندہ شمارے ہی میں شامل ہو سکیں گی) تاہم ہمیں خوب اندازہ ہے کہ ہم اپنے محدود وسائل کے ساتھ اُس نوع کا 'جلسۂ عام' منعقد نہیں کر سکتے جس کے ہمارے عوام عادی ہو چکے ہیں ۔ دھوم دھڑکا، شور و غوغا، بلند آہنگ نعروں کی گونج اور کروڑوں کے خرچ سے دُور دُور سے بسوں، ٹرکوں اور ٹریکٹروں سے عوام کو گھیر گھار کر لانا، یہ سب باتیں

معمول میں شامل ہو چکی ہیں ــــ ہمارا جلسہ ان تمام چیزوں سے پاک ہوگا۔ لہٰذا عوام کی توجہ حاصل کرنے میں بہت زیادہ کامیابی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ تاہم ہمیں اپنی سی کوشش تو بہرحال کرنی ہے اور اپنی آواز عوام تک پہنچانے کے لیے ہر معقول طریقہ اختیار کرنا ہے ــــ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس جلسے کو خیر کا ذریعہ بنائے اور ہماری کوششوں کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ (آمین)

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی حالیہ بیرونِ پاکستان سفر سے حسبِ پروگرام ۲۰ ستمبر کو واپسی ہوئی۔ جیسا کہ قارئین کے علم میں ہے، اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکا (ISNA) کے موجودہ صدر جناب احمد زکی الحماد کی طرف سے امیر تنظیم اسلامی کو اسنا کے سالانہ کنونشن میں شرکت کی پُرزور دعوت اس سفر کا محرّک بنی تھی۔ محترم ڈاکٹر صاحب کو اس کنونشن میں بطور مہمان مقرر مدعو کیا گیا تھا۔ اس موقع پر شمالی امریکہ میں مقیم تنظیم اسلامی کے رفقاء کا ایک مشترکہ خصوصی اجتماع بھی ڈیٹرائیٹ میں ہوا جس میں ٹورنٹو (کینیڈا) سے بھی متعدد رفقاء شریک ہوئے۔ شمالی امریکہ میں تنظیم اسلامی کے رفقاء کے لیے لائحہ عمل کیا ہو، اس اہم مسئلے پر اس اجتماع میں تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ امیر تنظیم اسلامی نے اپنے مفصّل خطاب میں امریکہ میں اسلامی انقلاب کے امکانات پر گفتگو کے علاوہ اس اہم مسئلے پر بھی وضاحت سے روشنی ڈالی کہ امریکہ و یورپ میں مقیم رفقاء تنظیم اسلامی پاکستان کے مقاصد کے حصول میں کس حد تک ممد و معاون ہو سکتے ہیں ــــ اور یہ موضوع بھی زیرِ بحث آیا کہ یہ رفقاء پاکستان کی تنظیم سے اپنے لیے کیا کچھ حاصل کر سکتے ہیں! اس اہم خطاب کا نصفِ اوّل اسی شمارے میں شامل ہے۔

واپسی پر عمرے کی ادائیگی کے لیے امیر محترم کو سعودی عرب میں مختصر قیام کا موقع ملا۔ اس مرتبہ چونکہ ایک ہفتے کے وِزٹ ویزے کی سہولت موجود تھی لہٰذا اس محدود سے وقت میں سے طائف اور ریاض کے لیے بھی کچھ ٹائم نکال ہی لیا۔ اس طرح جدّہ اور ریاض کے رفقاء سے ملاقات اور گفتگو کا موقع بھی نکل آیا۔ اس سفر میں برادرم عاطف وحید امیر محترم کے ہم رکاب تھے۔ اُن کی مرتّب کردہ ایک مفصّل رپورٹ اسی شمارے میں ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے۔

بیرونِ پاکستان سفر سے واپس تشریف لاکر اگلے ہی روز ۲۱ ستمبر کو امیر تنظیم نے مسجد دارالسلام کے اجتماعِ جمعہ میں ملکی و بین الاقوامی صورتِ حال کے بارے میں اپنے تأثرات بیان فرمائے اور موجودہ پیچیدہ صورت حال کے ضمن میں بعض تجاویز پیش کیں۔ اِس تقریر کا بھرپور خلاصہ ہفت روزہ ندا کی تازہ اشاعت میں شامل ہے۔ ۲۸ ستمبر کو امیر محترم کا خطابِ جمعہ قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد میں تھا۔ وہاں بھی ملکی و بین الاقوامی حالات زیرِ بحث آئے۔ اِس خطابِ جمعہ کا پریس ریلیز بھی اسی شمارے میں شامل ہے۔

تنظیمِ اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی پاکستان میں منعقد ہونے والے
آئندہ پروگرام

(۱)

سات روزہ تربیت گاہ ۹ تا ۱۵ نومبر ۹۰ء

(۲)

آٹھ روزہ تربیت گاہ ۲۱ تا ۲۸ دسمبر ۹۰ء

نوٹ: تربیت گاہ کا آغاز مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی کے خطاب قبل از نماز جمعہ (۳۰-۱۱ بجے) سے ہوتا ہے!

موت ایک اٹل حقیقت ہے!

پشاور سے تعلق رکھنے والے ہمارے ایک نوجوان ساتھی محمد شکیل کی ناگہانی موت پر پشاور ہی سے ایک دوست نے اپنے حسبِ ذیل تاثرات ہمیں ارسال کیے ہیں جو ہمیں بھی اپنے دل کی آواز محسوس ہوتے ہیں ــــ (ادارہ)

تنظیم اسلامی پشاور کے ایک رفیق محمد شکیل کی اچانک موت کی خبر ان کی تصویر کے ساتھ مقامی اخبار مشرق میں ۱۹ر ستمبر کو شائع ہوئی۔ یہ خبر اتنی اچانک اور چونکا دینے والی تھی کہ ذہن و قلب فوری طور پر اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ ۱۸ر ستمبر کو رات کے وقت جبکہ موسلادھار بارش ہو رہی تھی وہ ایک بیکری کے اندر کچھ خریدنے کے لئے داخل ہوئے مگر واپس اپنے قدموں پر باہر نہ آسکے ـ اناللہ وانا الیہ راجعون ○ (یہ موت اچانک قلب کی حرکت بند ہونے سے ہوئی حالانکہ سابقہ زندگی میں اس عارضے کے کوئی آثار کبھی محسوس نہیں ہوئے' نہ شکیل مرحوم کو اور نہ ہی ان کے والدین کو)

موت ایک اٹل حقیقت ہے جس کا ایک دن معین ہے۔ جب وہ دن اور وقت آجاتا ہے تو پھر ایک لمحے کی بھی تاخیر و تقدیم نہیں ہوا کرتی۔ یہ بات ویسے تو ہم میں سے ہر ہر شخص بڑی اچھی طرح جانتا ہے مگر اس کے باوجود کبھی کبھی جب اچانک کسی کی موت کی خبر ملتی ہے تو بالکل غیر ارادی طور پر قلب و ذہن کے لئے اس حقیقت کو قبول کرنا ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔

مرحوم اپنی تمام تر تنظیمی کمزوریوں کے باوجود عین وقت پر کام آنے والے ایک محنتی ساتھی تھے۔ اگرچہ اجتماعاتِ اسرہ اور دیگر اجتماعات میں ان کی حاضری تسلی بخش نہیں تھی تاہم جب کبھی امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب پشاور تشریف لاتے تو وہ تندی اور لگن سے کام کرتے تھے اور ایسے موقعے پر کسی بھی فعال ترین رفیق سے پیچھے نہ رہتے تھے۔

ہم تہہ دل سے دعاگو ہیں کہ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے والدین اور بہن بھائیوں کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ اے اللہ ہمارے زندوں اور مردوں' موجود اور غیر حاضر' چھوٹوں اور بڑوں' مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما! یاالٰہی تو ہم میں سے جسے زندگی دے اسے اسلام (اطاعت) پر کاربند رکھ اور جسے موت دے اسے ایمان پر موت عطا فرما! (آمین یا رب العالمین) مرسلہ:

غلام مقصود' پشاور

تذکرہ و تبصرہ

شمالی امریکہ میں اسلامی انقلابی تحریک کا امکان ـــــ اور اس کے لوازم اور تقاضے

حالیہ سفرِ امریکہ کے دوران شمالی امریکہ میں مقیم رفقاء تنظیم اسلامی کے ایک خصوصی اجتماع میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک فکر انگیز خطاب

ـــــ ترتیب و تسوید : حافظ خالد محمود خضر ـــــ

محترم رفقائے تنظیم!

سب سے پہلے تو میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کی خصوصی مشیت کے تحت اس وقت ہمارا یہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ یہ خصوصی مشیت میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس سال میرا امریکہ آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، اس کے باوجود کہ دل میں اس کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ میں نے دو ماہ قبل سپین ' انگلستان اور فرانس کا جو سفر کیا تھا اس کے دوران جو چند نئی باتیں ذہن میں آئیں اور جو میں نے لندن میں وہاں کے رفقاء کے ایک اجتماع میں بیان بھی کیں ' تو اُس وقت دل میں ایک دبی ہوئی خواہش پیدا ہوئی تھی کہ اگر امریکہ جانے کی کوئی صورت بن سکے تو میں وہاں جا کر بھی یہ باتیں آپ حضرات سے براہ راست کر سکوں لیکن میں چونکہ اپنے حساب سے غیر ملکی سفر کا کوٹہ پورا کر چکا تھا اور اس سال امریکہ آنے کا کوئی پروگرام طے نہیں تھا' لہٰذا میں نے یہی سمجھا تھا کہ اس کا امکان نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے یہ طے کیا تھا کہ میں نے لندن میں رفقائے تنظیم سے جو گفتگو کی تھی اس کے کیسٹس آپ حضرات کو بھی بھجوا دیئے جائیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی بات ہوئی کہ اِسنا (ISNA) والوں نے مجھ سے اجازت لئے بغیر ہی میرا نام اپنے پروگرام میں شائع کر دیا۔ اس کے بعد ان کی طرف سے دباؤ بھی ڈالا گیا' جسے ڈاکٹر خورشید ملک صاحب نے شاید اپنے طور پر مزید بڑھایا ہو۔ بہرحال نتیجہ یہ نکلا کہ یہ سفر ہو گیا اور میں یہاں

حاضر ہوں۔

اس کے ساتھ ہی میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے ساتھ خصوصی فضل و کرم کا معاملہ ہوا ہے کہ اگر ہم خود اس اجتماع کو Plan کرتے تو شاید وہ اتنا بہتر نہ ہوتا۔ یعنی بحمد اللہ یہ صورت بن گئی کہ مجھے ایک دن رفقائے شکاگو کے ساتھ علیحدہ مفصل اور Heart to heart ملاقات کا موقع مل گیا۔ اس کے بعد میں نے یہاں (ڈیٹرائٹ) کے لئے خواہش ظاہر کی تو اگرچہ پہلے یہاں کے رفقاء کہتے تھے کہ Working ہونے کے باعث جمعرات کو اس پروگرام کا ہونا مشکل ہے۔ لیکن جب میں یہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ پروگرام ترتیب دے لیا گیا ہے۔ چنانچہ جمعرات کی شام کو یہاں (ڈیٹرائٹ میں) بھی ان موضوعات پر خاصی مفصل گفتگو ہو گئی۔ اسی طرح جب میں نے ٹورنٹو کے رفقاء، خصوصاً ڈاکٹر عبدالفتاح صاحب سے بات کی تو وہاں بھی یہ معلوم ہوا تھا کہ رفقاء کا وہاں سے آنا مشکل ہو گا، اس لئے کہ ہمارے بہت سے ساتھی ہفتہ کے روز کام کرتے ہیں اور ان کے لئے وقت نکالنا آسان نہیں ہو گا۔ تاہم میں نے جب اپنی اس خواہش کا زیادہ ہی اظہار کیا تو طے یہ ہوا کہ تین حضرات ضرور آجائیں گے۔ لیکن صورت حال اس کے بالکل برعکس ہوئی ہے اور ماشاء اللہ آپ حضرات بڑی تعداد میں نہ صرف خود بلکہ اپنی فیمیلیز سمیت آگئے ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی مشیت سے ہے۔ ورنہ ہم خود پلان کرتے تو شاید یہ بات اس طور سے نہ ہو سکتی۔

سورۃ الانفال میں ایک آیت بھی ہے جو اسی مفہوم کو ادا کرتی ہے

غزوۂ بدر میں جب اُدھر سے کفار آگئے اور اِدھر سے حضورؐ اور صحابہ کرامؓ پہنچ گئے اور مقابلہ ہوا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہماری خصوصی مشیت سے ہوا ہے۔ اگر تم نے خود کوئی منصوبہ بندی کی ہوتی اور چاہے آپس میں مشورہ کر کے طے کر لیا ہوتا کہ فلاں وقت پر فلاں جگہ مقابلہ ہو گا، تب بھی اس میں اختلاف ہو جاتا۔ (لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ) ـــــ لیکن ہم نے اپنی خصوصی مشیت کے تحت تمہیں ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے تاکہ اب وہ مقابلہ ہو جائے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی جدا ہو جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی مشیت کا مظہر ہے۔ بحمد اللہ آج دو گھنٹے کی نشست خالصتاً ٹورنٹو کے رفقاء کے ساتھ بھی ہو گئی۔ اس طرح گویا تمام رفقاء کے ساتھ میری گفتگو کا ایک راؤنڈ پورا ہو

چکا ہے۔ لہٰذا وہ باتیں جو میں اِن مختلف اجتماعات میں کرچکا ہوں ان کی طرف تو میں بس اختصار کے ساتھ اشارات کروں گا۔ باقی اب بات کو آگے بڑھانا ہے۔

بہرحال ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمارے لئے حالات کو سازگار بنایا۔ اس لئے کہ انسان کا اپنا ارادہ خواہ کتنا ہی مضبوط ہو جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیسیر نہ ہو اور وہ حالات کو موافق نہ بنادے' انسان کے ارادے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس اجتماع کو بابرکت بنائے ــــــ اور اس سرزمین پر ہم اسلام کے لئے جس نہج پر کام کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے اس کو نتیجہ خیز اور بار آور کرے۔ اللہ چاہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے اس اجتماع سے ع "ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا!" کی صورت پیدا ہو جائے۔

دوسری بات جس کے لئے اس وقت میں آپ کے چند منٹ صرف کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ذرا اس پر نگاہِ بازگشت ڈالئے اور غور کیجئے کہ یہ 'تنظیم' ہم نے کس لئے قائم کی ہے؟ بظاہر تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ تو سامنے کی بات ہے۔ ہمیں تنظیم میں شامل ہوئے اتنا عرصہ ہو گیا ہے اور اب یہ سوچنے کی کونسی بات ہے؟ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا بنیادی سوال ہے اور اس کو تازہ کرتے رہنا چاہئے۔ ورنہ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات کے اثرات پڑتے رہنے سے کسی تنظیم یا ادارے کا وہ اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل ہوتا چلا جاتا ہے جس کے لئے وہ وجود میں آیا ہوتا ہے اور کچھ درمیانی مقاصد ذہنوں پر زیادہ تسلط کر لیتے ہیں۔ تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ذرا اس وقت اس کا بڑے اختصار کے ساتھ تجزیہ کر لیں۔ اس کا جائزہ ہمیں چار نکات کے تحت لینا ہوگا:

۱۔ سب سے پہلی بات کی قطعی اور حتمی نفی تو یقیناً ہم میں سے ہر شخص کے سامنے ہے لیکن ایسی بات کو بھی ذہن میں تازہ کر لینا ضروری ہے کیونکہ نفی کے بعد ہی اثبات ہوتا ہے ــــــ "لا الٰہ" کے بعد ہی "الّا اللہ" ہے۔ تو نفی یہ ہے کہ ہم نے یہ کام کسی مشغلے (Hobby) کے طور پر اور وقت گزاری کی خاطر نہیں کیا۔ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ہمارا یہ کام اس نوعیت کا نہیں ہے لیکن اس نفی کو بھی ذہن میں شعوری طور پر تازہ کر لینا چاہئے۔

ہے کمیونٹی ورک اور کمیونٹی آرگنائزیشن ۔ کیونکہ انسانوں کے اتنے بڑے سمندر میں مسلمان قلیل تعداد میں ہیں ۔ اگرچہ صورت حال رفتہ رفتہ بدل رہی ہے' لیکن تاحال بھی کوئی نسبت تناسب نہیں بنتا اور جن لوگوں میں بھی کچھ شعور ہے وہ یہ اندیشہ محسوس کرتے ہیں کہ یہاں پر ان کا تشخّص کہیں ختم نہ ہو جائے ۔ میرے نزدیک یہ کام بھی کرنے کا ہے اور آپ حضرات گواہ ہیں کہ میں نے کبھی بھی اس کی نفی نہیں کی ـــــــ لیکن ہم نے یہ تنظیم اس کام کے لئے نہیں بنائی ۔ اس کام کے لئے ادارے یہاں پہلے بھی موجود تھے ۔ مثلاً مسلم کمیونٹی سنٹر (MCC) ' ماسک فاؤنڈیشن (Mosque Foundation) جیسے اداروں کے علاوہ اسلامک سینٹرز' سکولز اور مختلف ایسوسی ایشنز ہیں ۔ ایک بہت بڑا ادارہ اِسنا (ISNA) کی شکل میں موجود ہے جس کی ذیلی تنظیمیں بھی ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام اتنے بڑے پیانے پر ہو رہا ہے کہ اس کے لئے ہمیں کوئی علیحدہ تنظیم بنانے کی ضرورت نہیں تھی ۔ یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ اگرچہ تنظیم کے تحت بھی یہ کام ہو گا لیکن یہ کام اس کا مقصدِ تاسیس نہیں ہے ۔

۳۔ محض دعوتی کام جسے یہاں "Dawah Work" کہا جاتا ہے بھی کرنے کا ایک کام ہے اور تبلیغی و دعوتی سرگرمیاں وقت کی ایک اہم ضرورت ہیں ۔ آپ حضرات کے سامنے تبلیغی جماعت کے بارے میں میری یہ رائے ہمیشہ آتی رہی ہو گی کہ میری نظر میں وہ ایک اچھا کام کر رہی ہے' اگرچہ اپنے مخصوص سٹائل اور معیّن ہدف کی وجہ سے انہوں نے اس کام کو محدود رکھا ہوا ہے ۔ ایک طرح سے یہ ان کے لئے ایک اچھی حکمت عملی بھی ہے کہ وہ اپنے ذہن کو زیادہ منتشر نہیں ہونے دیتے اور اپنے کام کو بھی زیادہ پھیلنے نہیں دیتے' بلکہ ایک ہی رخ پر لگے ہوئے ہیں اور اس سے انہیں زیادہ بہتر نتائج مل رہے ہیں ۔ تبلیغی جماعت کے علاوہ یہاں پر اسلامک سرکل آف نارتھ امریکہ (ICNA) کا بھی ایک مضبوط اور منظم حلقہ موجود ہے ۔ جس وقت ہم نے یہاں تنظیم کا کام شروع کیا تھا اُس وقت ICNA کا یہ حلقہ بہت مختصر اور منتشر تھا' لیکن اب بہرحال اس کی ایک حیثیت ہے ۔ یہ لوگ ایک بڑا عمدہ پرچہ (MESSAGE) شائع کر رہے ہیں اور ان کا کنونشن بھی ہو رہا ہے ۔ مختلف جماعتوں اور تنظیموں کے علاوہ یہاں بڑے بڑے پبلشنگ ہاؤسز ہیں ۔ ابھی اس ' اسنا کنونشن ' میں اٹلانٹا سے ایک صاحب آئے ہوئے تھے جو Tapes اور کتابوں کا کام بڑے

وسیع پیمانے پر کر رہے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ دعوتی اور تبلیغی کام بھی ایسا کام نہیں تھا جس کے لئے ہمیں علیحدہ سے کسی تنظیم کی ضرورت ہوتی اور جسے ہم پورے امریکہ کی سطح پر منظم کرنے کی کوشش کرتے۔

۴۔ ہمارے پیش نظر جو کام ہے وہ انقلاب برپا کرنا ہے' یعنی نظام کو بدلنا۔ ہم ' تنظیم اسلامی ' کے عنوان سے جو تحریک اٹھانے اور جماعت بنانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ ان بقیہ تمام کاموں سے اس اعتبار سے ممیز اور ممتاز ہے کہ ہم ایک مکمل انقلاب لانے کے علمبردار ہیں۔ ہم یہ انقلاب لا سکیں یا نہ لا سکیں یہ دوسری بات ہے۔ اس کے لئے حالات کا سازگار ہونا یا نہ ہونا ہمارے اختیار میں نہیں ہے' بلکہ اس کا دارومدار بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ وہ اس کام کو کہاں سے اور کس طریقے سے کرانا چاہتا ہے اور اس کی مشیت کیا ہے' یہ ہم نہیں جانتے' لیکن یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے لئے جدوجہد کریں۔ تو ہمارے سامنے یہ بات رہنی چاہئے کہ ہماری یہ تنظیم درحقیقت ایک اسلامی انقلابی تحریک برپا کرنے کے لئے قائم ہوئی ہے۔

اب آیئے تیسرے سوال کی طرف ـــــــ کہ کیا اسلامی انقلابی تحریک شمالی امریکہ میں ممکن ہے؟ ایک لفظ میں اس کا جواب تو یہ ہے کہ "ہاں ہے!" آپ حضرات کے علم میں یہ بات آئی ہوگی کہ میں نے گزشتہ اِسنا کنونشن میں شرکت کے وقت یہاں جو مشاہدہ کیا اور پھر سپین میں مَیں نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا جن کا تعلق یہاں کی دوسری نسل (Second Generation) سے ہے تو مجھے بڑا اطمینان ہوا۔ "دوسری نسل" سے میری مراد تارکینِ وطن کی وہ اولاد ہے جو یہیں پیدا ہوئی یا کم از کم یہیں پلی بڑھی اور یہیں اس نے تعلیم حاصل کی۔ ان میں سے جو نوجوان یہاں کی تہذیب کے اثرات سے بچ گئے ہیں اور جن میں دین و مذہب کے ساتھ وابستگی موجود ہے' انہیں دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ واقعتہً یہاں ایک صحیح اسلامی انقلابی تحریک کے لئے مواد موجود ہے۔ اس ضمن میں میں چاہتا ہوں کہ چند چیزیں جو اگرچہ میرے فکر اور میری سوچ کے ایسے اجزاء ہیں جو بار بار آپ کے سامنے آئے ہوں گے' دوبارہ آپ کے سامنے رکھ دوں۔ یہ چار باتیں ہیں جنہیں آپ نوٹ کر لیجئے:

(۱) کم از کم مجھے تو اس بات کا صدفی صد یقین حاصل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جس شخص کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان ہے وہ یقیناً اس بات کو مانے گا کہ

آپؐ نے وضاحت کے ساتھ خبر دی ہے کہ قیامت سے قبل اسلام کا ایک عالمگیر غلبہ (Global Domination) ہونا ہے۔ پھر جیسا کہ میں نے کئی مرتبہ عرض کیا ہے یہ قرآن حکیم کے دو مقامات کا منطقی نتیجہ بھی ہے۔ ایک طرف قرآن یہ کہتا ہے کہ حضورؐ کی بعثت دین کے غلبے کے لئے ہے۔ یہ 'صغریٰ' ہوا! 'کبریٰ' یہ ہے کہ حضورؐ کی بعثت تمام نوعِ انسانی کے لئے ہے!۔ ان دونوں کو جوڑنے سے یہ ناگزیر نتیجہ سامنے آتا ہے کہ پورے عالمِ انسانیت پر اللہ کے دین کا غلبہ ہو کر رہے گا!!۔ احادیث میں تو اس کی خبر واضح طور پر موجود ہے۔ "استحکام پاکستان" میں میں نے یہ حدیثیں پورے حوالے کے ساتھ نقل کی ہیں۔ ان میں ایک روایت حضرت مقداد ابن اسود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس روئے زمین پر نہ گارے اور اینٹوں کا بنا ہوا کوئی گھر اور نہ کمبلوں کا بنا ہوا کوئی خیمہ باقی رہے گا جس میں کہ اسلام داخل نہ ہو جائے ــــــ یا تو اُس گھر والے کے اعزاز کے ساتھ یا اُس کی تذلیل کے ساتھ۔ یعنی اگر وہ گھر والا اسلام قبول کر لے گا تو یہ اس کا اعزاز ہوگا۔ اور اگر وہ اسے قبول نہیں کرے گا تو بہرحال اسے جھک کر رہنا پڑے گا اور ہاتھ سے جزیہ دینا ہوگا۔ جزیرہ نمائے عرب میں انقلاب کے بعد یہودیوں اور عیسائیوں کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ چاہے اسلام قبول کر لو اور اگر یہ نہیں چاہتے تو اپنے مذہب پر قائم رہو لیکن اس صورت میں چھوٹے ہو کر رہنا پڑے گا اور جزیہ دینا ہوگا۔ یعنی ہر دو صورتوں میں تمہیں اسلام کے غلبہ کو تسلیم کرنا ہوگا۔ دوسری حدیث وہ ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا کہ میرے سامنے پوری زمین کو لپیٹ دیا گیا اور مجھے اس کے مشرق و مغرب سب دکھا دیئے گئے اور جو کچھ مجھے دکھایا گیا وہاں پر میرا دین پہنچ کر رہے گا اور اس کا غلبہ وہاں ہو کر رہے گا۔ تو ایک بات تو یہ ہے کہ اسلام کا یہ عالمی غلبہ یقینی ہے۔

دوسری بات یہ کہ حالات و واقعات کے مشاہدے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جن حالات کی خبریں احادیث میں آئی ہیں، واقعات بڑی تیزی کے ساتھ اُسی رخ پر جا رہے ہیں۔ اسرائیل کا قائم ہو جانا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا کہ یہودی پوری دنیا سے سمٹ کر ایک جگہ پر جمع ہو جائیں۔ کیونکہ آخری فیصلہ کن جنگ ان کے اور مسلمانوں کے مابین ہونی ہے اور اس کے ساتھ حضرت مسیحؑ کے نزول کا معاملہ متعلق ہے۔ اس کے بعد پھر اسلام کا غلبہ ہوگا اور ایک طویل عرصے تک اس روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب رہے گا۔ اس کے بعد

قیامت آئے گی لیکن اس سے پہلے کی بڑی خوفناک جنگوں کی خبریں دی گئی ہیں' جن کی طرف حالات بڑی تیزی سے جاتے دکھائی دے رہے ہیں۔ اب آپ دیکھئے کہ ڈیڑھ مہینے پہلے کسی کو اس کا کوئی سان گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اتنے بڑے پیانے پر فوجی سازو سامان اور مسلح افواج خلیج کے علاقے میں اتار دی جائیں گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ عالمی سطح پر جس تیز رفتاری کے ساتھ تبدیلیاں آ رہی ہیں ان کا بڑا گہرا تعلق ہے قربِ قیامت کی اُن پیشین گوئیوں سے کہ جو احادیثِ نبویؐ اور کتبِ سماویہ میں وارد ہوئی ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہودیت ' عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب میں ایسی پیشین گوئیاں موجود ہیں جو ایک دوسرے سے مطابقت رکھتی ہیں۔ عیسائی بھی حضرت مسیحؑ کی آمد کے منتظر ہیں۔ ہمیں بھی ان کی دوبارہ آمد کا انتظار ہے اور یہودی بھی مسیحؑ کے منتظر ہیں' اس لئے کہ اصل مسیحؑ کو تو انہوں نے پہچانا ہی نہیں۔ انہیں تو مرتد اور جادوگر قرار دیا اور اپنے بس پڑتے تو انہیں صلیب پر چڑھا دیا۔ لیکن اس مسیحؑ کا انتظار تو ان کو تھا اور آج تک ہے۔ پھر تینوں مذاہب کی روایات میں "دجّال" کا ایک تصور موجود ہے۔ ناسٹرے ڈیمس کی پیشین گوئیوں پر مبنی جو فلم یہاں آج کل عام ہو رہی ہے اس میں "مخالفِ مسیح" (Anti-Christ) کا تصوّر دیا گیا ہے۔ ہم بھی دجّال کو انٹی کرائسٹ ہی سمجھتے ہیں جسے حضرت مسیحؑ قتل کریں گے۔ لہٰذا جو بھی دجّال آنا ہے وہ مخالفِ مسیح (Anti-Christ) ہی ہوگا۔ اب وہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ مسلمانوں میں سے ہوگا' حالانکہ وہ یہودیوں میں سے ہونا ہے!۔ تو واقعات میں ایسی تبدیلی تو آنی ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ دور میں حالات و واقعات بڑی تیز رفتاری کے ساتھ اسی رخ پر آگے بڑھ رہے ہیں۔

(۲) ظاہر ہے کہ اسلام کا عالمی غلبہ جو ہونا ہے تو اسے کہیں نہ کہیں سے تو شروع ہونا ہے' کسی ایک جگہ کو اس کے لئے Base بننا ہے کیونکہ ہمہ گیر غلبہ ایک دم سے تو نہیں ہو جاتا۔ یہ قانونِ قدرت ہے جس کا اطلاق ہر کسی پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ جزیرہ نمائے عرب میں محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے انقلاب آ گیا۔ پھر اس کی توسیع ہوئی اور اس قدر تیزی کے ساتھ ہوئی کہ دریائے جیحوں سے بحرِ اوقیانوس تک محض چوبیس برس کے اندر غلبہ ہو گیا۔ اسی طریقے سے اب بھی اس کی ابتدا کہیں سے تو ہونی ہے۔ میری یہ بات بھی آپ کے سامنے کئی بار آئی ہوگی کہ اگرچہ پاکستان کے موجودہ حالات جو کئی سال سے

دگرگوں ہیں، ان کو دیکھ کر وقتاً فوقتاً مایوسی کا غلبہ بھی ہوتا ہے، لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ مسلم ممالک میں سے اگر اس کا کوئی امکان ہے تو جتنا پاکستان میں ہے اتنا کہیں اور نہیں ہے۔ اس لئے کہ باقی جگہوں پر تو اکثر و بیشتر حقوق تک حاصل نہیں ہیں۔ وہاں پر بات کرنے کا بھی موقع نہیں ہے۔ کوئی کام ہوتا بھی ہے تو زیر زمین ہوتا ہے، جس سے کوئی 'دھماکہ' تو ہو سکتا ہے، کوئی پرامن تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ پاکستان کے امکان کے بارے میں میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں کہ پچھلی چار صدیوں میں جتنا تجدیدی کام ہوا ہے وہ اسی برعظیم ہند و پاک میں ہوا۔ ہماری تاریخ کے اس سے پہلے کے ہزار برس میں سارے مجددین عالمِ عرب میں پیدا ہوئے لیکن گیارہویں صدی سے چودہویں صدی کے دوران عالمِ عرب میں صرف محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی ایک شخصیت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام عظیم شخصیتیں ہندوستان میں پیدا ہوئیں۔ پھر یہ کہ یہی واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر بنا ہے۔ اگرچہ ابھی تک اس نے اس نام کو بدنام ہی کیا ہے، لیکن ہمیں اس خطۂ خداداد سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی تقویم لمبی ہوتی ہے، ہم فوری حالات کو دیکھ کر مایوس ہو جاتے ہیں۔ میں بہرحال یہ سمجھتا ہوں کہ مسلم اکثریت کے موجودہ ممالک میں سے اگر کہیں اس کا امکان ہے تو وہ پاکستان ہے۔

(۳) لیکن اتنا ہی امکان مجھے اس کا بھی نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود الوقت تمام مسلم قوموں کو مسترد کر دے اور کسی اور نئی قوم کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرما کر اسے اسلام کا جھنڈا تھما دے اور اسے ہی عالمِ اسلام کی قیادت عطا کر دے۔ جیسے تاتاریوں کے معاملے میں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک وقت میں انہی کے ذریعے سے مسلمانوں کو پٹوایا۔ پھر انہی کو اسلام کا علمبردار بنا دیا اور انہوں نے چار سو سال تک عالمِ اسلام کی قیادت کی۔ تو ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ امریکہ ہی وہ جگہ ہو جو غلبۂ اسلام کے لئے Base بن سکے۔ آج ہی کوئی صاحب کہہ رہے تھے کہ شاید احمد دیدات صاحب نے بھی یہ بات کہی ہے۔ یہ میرے علم میں نہیں تھا، لیکن میں نے سپین اور انگلستان کے سفر سے واپسی پر جا کر لاہور میں جمعہ کی جو تقریر کی تھی اس میں یہ کہا تھا کہ قربِ قیامت کی علامات میں سے ایک یہ بھی آئی ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ یہ بات تو اپنی جگہ برحق ہے اور قیامت کی بہت قریب کی نشانیوں میں سے ہے ـــــــ لیکن کیا اسلام کا خورشید بھی اب مغرب سے

طلوع ہونا ہے؟ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اشاراتی انداز میں شاید اس کا مطلب یہ بھی ہو۔ واللہ اعلم! تو میں اس کو ناممکن نہیں سمجھتا۔ میرے نزدیک اِس علاقے اور اِس ملک میں بھی اسلام کے لئے ایک صحیح معنی میں انقلابی تحریک چلانا ممکن ہے۔

(۴) اب ظاہر بات ہے کہ جب تک اس انقلابی تحریک کے لوازم اور ان کے تقاضوں کا پورا شعور نہ ہوگا یہ تحریک برپا نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے کہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ عام دعوتی یا ثقافتی سرگرمیوں اور اخوتِ باہمی کی تنظیموں کے لئے کچھ اور تقاضے ہیں۔ انسانی زندگی میں ان کی حیثیت تعلیقات اور ضمیموں کی سی ہوتی ہے یعنی زندگی کا اصل دھارا کسی اور رخ پر بہہ رہا ہے، اصل دلچسپیاں اور اصل توانائیاں کسی اور کام میں صَرف ہو رہی ہیں لیکن اس کے ساتھ ایک ضمیمے کے طور پر ثانوی درجے میں کسی ایسے کام کے ساتھ وابستگی بھی اختیار کرلی جاتی ہے۔ تو باقی کام اس انداز سے ہو سکتے ہیں لیکن اسلامی انقلابی کام اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک ایک معتد بہ تعداد میں ایسے لوگ نہ ہوں جو اسے بنیادی اور ابتدائی کام سمجھیں۔ یہ لوگ جب تک زندگی، زندگی کے لوازمات، معاش اور اس سے متعلق جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کو شعوری طور پر اور صرف زبانی کلامی نہیں، بالفعل ثانوی درجہ نہیں دیں گے اُس وقت تک اسلامی انقلابی تحریک کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے۔ تو اس کام کا پہلا تقاضا یہ ہوا کہ کارکنوں کے اندر شعوری طور پر یہ فیصلہ ہو اور وہ طے کریں کہ اب بنیادی حیثیت اس کام کی ہے، باقی ہمارے پروفیشن، ہمارے کاروبار اور ہماری ملازمتوں کی حیثیت ثانوی رہے گی۔ ہر لمحے میں ان کے سامنے دو تقاضے آئیں گے پہلا تقاضا اس تحریک کا اور اس کے لوازمات کو پورا کرنے کا ہوگا ـــــــ اور دوسرا تقاضا اپنے معاشی مسائل، خاندانی معاملات اور پیشہ ورانہ ضروریات سے متعلق ہوگا۔ انہیں بہر صورت پہلے تقاضے کو دوسرے پر ترجیح اور فوقیت دینا ہوگی!۔

اس کے ساتھ ساتھ اس کام کی دو مزید بنیادی شرائط (Pre-requisites) ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں سے جو تحریک اٹھے اس کی قیادت یہاں کی مقامی ہونی چاہئے۔ یہ کام ریموٹ کنٹرول سے ہونے والا نہیں ہے کہ کوئی شخص دُور بیٹھے ہوئے یہاں پر کسی انقلابی تحریک کی قیادت کر سکے۔ اس کے لئے یہیں سے ابھری ہوئی 'Indigenous' قیادت درکار ہے جس کا رابطہ تحریک کے ساتھ بہت ہی قریبی ہو، تاکہ وہ فوری طور پر پیدا

ہونے والی کسی بھی صورتحال سے نمٹ سکے۔ اس کے بغیر یہاں صحیح معنوں میں اسلامی انقلابی تحریک کا تقاضا پورا نہیں کیا جا سکتا۔ اور دوسری بات یہ کہ اس میں میڈیم لامحالہ انگریزی ہونا چاہئے۔ اگر ہم نے اردو کا میڈیم استعمال کیا تو ہمارا ایک علیحدہ سا ثقافتی حلقہ بن جائے گا۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ فائدہ تو ہر شے کا ہو جاتا ہے اور تارکینِ وطن کی پہلی نسل کے لوگ تو پسند کرتے ہیں کہ اردو میں تقریر یا درس ہو۔ انہیں جو لذت اس میں محسوس ہوتی ہے وہ انگریزی میں محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن ہمیں پوری سنجیدگی اور دلی آمادگی کے ساتھ شعوری طور پر یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ اگر ہمیں یہاں پر حقیقی اسلامی انقلابی تحریک کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے تو اس کا میڈیم انگلش ہونا چاہئے۔

پھر یہ کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی قیادت یہاں کی دوسری نسل سے فراہم ہو' یعنی ان نوجوانوں میں سے جو یہیں پیدا ہوئے' یا کم از کم یہیں پرورش پائی اور یہیں انہوں نے ساری تعلیم حاصل کی۔ ان نوجوانوں میں جو اعتماد ہے وہ ان لوگوں میں نہیں ہے جو یہاں آئے اور پھر یہیں رک گئے۔ کوئی تعلیم حاصل کرنے آیا تو پھر یہیں ٹھہر گیا۔ ان میں اکثر حضرات ایسے تھے کہ یہاں آتے وقت ہی ان کا ارادہ مستقل قیام پذیر ہو جانے کا تھا۔ اور وہ رفتہ رفتہ یہاں Settle ہو گئے لیکن نئی نسل جو یہیں امریکہ میں پیدا ہوئی ہے یا جنہوں نے شعور کی آنکھ یہاں کھولی ہے' ایک امریکی شہری کی حیثیت سے ان کے احساسات مختلف ہوتے ہیں اور جو اعتماد وہ محسوس کرتے ہیں' دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔ اپنے بیرونی ممالک کے سفروں کے نتیجے میں میری سوچ میں اس اعتبار سے اضافہ ہوا ہے۔ آپ کے علم میں ہو گا کہ 'سفر' کے سہ حرفی مادے 'س ف ر' سے تین لفظ بنتے ہیں۔ عربی زبان میں 'سفر' Journey کو کہتے ہیں یعنی مسافت طے کرنا۔ اس کی جمع 'اسفار' ہے اور 'سِفر' (س کی زیر کے ساتھ) کتاب کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع بھی 'اَسفار' استعمال ہوتی ہے۔ سورۃ الجمعہ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: " مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا " ـــــــ یہاں اسفار 'سِفر' کی جمع کے طور پر آیا ہے جس کے معنی کتاب کے ہیں' جس سے علم حاصل ہوتا ہے۔ پھر اسی 'س ف ر' سے 'اِسفار' بنا ہے' یعنی روشنی! احناف کے ہاں کہا جاتا ہے کہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھنی چاہئے یعنی جبکہ روشنی ہو جائے۔ چنانچہ واقعہ یہ

ہے کہ یہ سب چیزیں Inter-related ہیں۔ کتاب سے بھی علم کی روشنی حاصل ہوتی ہے اور سفر سے بھی علم حاصل ہوتا ہے۔ علم کے کئی نئے گوشے اور نئے افق سامنے آتے ہیں۔ جب انسان اپنے ماحول میں ہوتا ہے تو اسی کے مسائل و معاملات میں ذہناً الجھا رہتا ہے اور اس میں وسعتِ نظر پیدا نہیں ہوتی۔ تو مجھے اپنے ان سفروں سے یہ فائدہ بحمد اللہ ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے پچھلے سفروں سے یہاں کی نوجوان مسلم نسل کے بارے میں بڑے اچھے تاثرات قبول کئے۔

انگلستان میں بھی میں نے ایسے نوجوانوں کو دیکھا تو بڑی خوشگوار حیرت ہوئی۔ کیونکہ اس سے پہلے انگلستان سے میں بہت ہی زیادہ مایوس تھا۔ وہاں ہمارے لوگوں کی اکثریت کا تعلق لیبر کلاس سے ہے اور ان کی ذہنی اور تعلیمی سطح بہت ہی پست ہے۔ پھر وہاں پر بڑے جاہل قسم کے مولوی آ گئے ہیں جو پیری مریدی کے دھندے چلا رہے ہیں۔ مذہبی جھگڑے ہیں' فرقہ وارانہ فسادات ہیں' مسجدوں میں چاقو چلتے ہیں' قتل ہوتے ہیں اور پولیس وہاں پر کتوں کو لے کر آتی ہے۔ تو مجھے انگلستان کے اس مذہبی ماحول سے کافی نفرت تھی۔ لیکن اس مرتبہ مجھے بڑے شہروں کے علاوہ باہر جانے کا موقع بھی ملا تو مجھے اندازہ ہوا کہ اگرچہ لندن' بریڈ فورڈ' برمنگھم' مانچسٹر وغیرہ میں تو حالت وہی ہے جو میرا پہلے سے مشاہدہ تھا۔ یہاں بڑی تعداد میں محنت کش طبقہ آباد ہے' لیکن ان شہروں سے باہر پیشہ ورانہ اہلیت کے حامل لوگ بھی بکھرے ہوئے ہیں جن کے اندر وہ جوہرِ قابل (Talent) موجود ہے۔ لیکن ان کے جوانوں کے اندر مجھے وہ اثرات وہاں بھی محسوس ہوئے جو میں نے یہاں محسوس کئے۔ بہرحال میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیادت جب تک یہاں سے نہیں ابھرے گی اُس وقت تک ایک حقیقی و واقعی اسلامی انقلابی تحریک یہاں پر نہیں چل سکتی۔ میں اب اس بات کو مزید واضح کر رہا ہوں۔

یہاں کی قیادت کے جو تقاضے ہیں میرے لئے انہیں پورا کرنا ممکن نہیں ہے۔ نظری طور پر اس کا ایک امکان ہے' جو میں نے شکاگو میں بھی بیان کیا تھا۔ یعنی یہ کہ میں خود یہاں منتقل ہو جاؤں اور منتقل ہو کر بھی مجھے ایک دو سال یہاں کے حالات سے مطابقت و موافقت اختیار کرنے میں لگیں گے تاکہ میں پہلے یہاں کے عادات و اطوار اور طور طریقوں میں پوری طرح رنگا جاؤں اور میں پھر واقعتاً انہی میں سے ہو کر بات کر سکوں۔ اگرچہ مجھے یہ اعتماد ہے کہ

میں یہاں کی اعلیٰ علمی سطح (Intellectual level) پر اب بھی بات کر سکتا ہوں لیکن اس کے لئے اس رنگ میں کچھ نہ کچھ رنگے ہوئے ہونا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بارہا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قوم کی طرف بھی کوئی نبی مبعوث فرمایا' وہ اسی قوم میں سے (مِنۡھُمۡ) ہوتا تھا۔ اس لئے کہ ان کے مابین اختلافِ زبان جیسی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی' ان کا ثقافتی پس منظر ایک ہوتا ہے، وہ نبی اپنی قوم کے احوال سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ اس میں بہت کم استثناءات ہیں۔ مثلاً حضرت لوط علیہ السلام جن شہروں کی طرف بھیجے گئے وہ وہاں کے رہنے والے نہ تھے لیکن استثناء سے قاعدہ کلیہ کی نفی نہیں ہوتی' بلکہ اثبات ہوتا ہے (The exception proves the rule)۔ باقی جو نبی بھی ہیں وہ اپنی اپنی قوم ہی میں سے انہی کی طرف بھیجے گئے۔ از روئے الفاظ قرآنی: وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمۡ ھُوۡدًا وَاِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاھُمۡ صٰلِحًا ـــــ اس اعتبار سے یا تو میں یہاں آکر Settle ہو جاؤں اور اس رنگ میں رنگا جاؤں تب تو شاید میں بھی یہاں پر یہ کام کر سکوں۔ لیکن یہ میں نے صرف نظری طور پر (Theoratically) کہا تھا۔ اس پر خورشید ملک صاحب جمپ کر کے آئے تھے کہ آپ کو یہاں پر آجانا چاہئے!

لیکن جان لیجئے کہ یہ بات اب حقیقت میں ممکن نہیں۔ ایک تو اس اعتبار سے کہ جو بھی وہاں حالات ہیں' اور جس حد تک میں نے وہاں کام کو بڑھایا ہے اسے چھوڑ کر آجانا مناسب نہیں۔ پاکستان میں کتنے ہی لوگ ہیں جنہوں نے میری طرح اپنے پروفیشن تج دیئے ہیں' اپنے کلینک بند کر دیئے ہیں اور وہ میرے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ کئی وہ ہیں جنہوں نے اپنی سروسز تبدیل کرالی ہیں' بعض نے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی ہے۔ بہرحال انہوں نے میرا ہی ساتھ دینے کے لئے یہ سارے قدم اٹھائے ہیں۔ اور اب وہاں پر اتنے عرصے کی محنت کے بعد یہ جو بھی گروپ بنا ہے تو ظاہر بات ہے کہ ان کا مجھ پر حق ہے۔ اور میں وہاں پر جتنا مؤثر ہو سکتا ہوں' یہاں نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرے یہ کہ دینی اعتبار سے بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھ پر اصل ذمہ داری وہاں کی عائد ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میری یہ رائے غلط ہو' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک سنّت ہے۔ دعوتی کام کے ضمن میں کم از کم انبیاء کے بارے میں تو یہی اصول ہے۔ غیر انبیاء پر اس کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں' یہ بات

مختلف فیہ ہو سکتی ہے۔ انبیاء کے بارے میں تو یہ اللہ کی لازمی سنت ہے کہ جہاں اللہ نے انہیں بھیجا ہے وہ وہاں سے نقل مکانی نہیں کر سکتے' اِلّا یہ کہ لوگ ان کے قتل کے درپے ہو جائیں۔ اس صورت میں وہاں سے ہجرت ہو سکتی ہے لیکن اُس وقت تک انہیں وہیں کام کرنا ہے' وہیں پر رہنا ہے۔ وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے' چاہے بظاہر انہیں نتائج نکلتے ہوئے محسوس ہو رہے ہوں چاہے نہ ہو رہے ہوں چنانچہ اس اعتبار سے بھی میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہاں منتقل ہو جانا بہرحال خارج از امکان ہے۔ اس کا ذکر میں نے محض نظری طور پر کیا تھا کہ یا تو یہ ہو' ورنہ یہ کہ ہمیں پھر انتظار کرنا ہو گا کہ یہیں سے کوئی قیادت ایسی ابھرے اور تبھی صحیح معنوں میں ایک حقیقی اسلامی انقلابی تحریک آزادانہ طور پر اس برِاعظم میں شروع ہو سکتی ہے۔

اب آیئے اس سلسلے کی آخری بات کی طرف! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک وہ قیادت ہمارے پاس نہیں ہے' اس وقت تک یہ ہمارا عبوری دور (Interim Period) ہے۔ یہ بات ہمیں شعوری طور پر سمجھ لینی چاہئے۔ اب اس عبوری دور میں ہمیں کیا کرنا ہے؟ یہ چند باتیں میں آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں۔ پہلی بات یہ کہ یہاں کی تنظیم و تحریک کا پاکستان کی تحریک و تنظیم کے ساتھ بڑی مضبوط بنیادوں پر الحاق ہونا چاہئے' اسے وہاں کی تحریک کے ساتھ بہت ہی زیادہ Integrate ہونا چاہئے۔ اس عبوری دور میں اس کے بغیر گاڑی نہیں چل سکتی۔ اس کے لئے محض مجھ سے ذاتی طور پر رابطہ کافی نہیں ہے بلکہ یہاں کی تحریکوں کا وہاں کی تحریکوں سے انتہائی قریبی اور مضبوط الحاق ضروری ہے۔ اس کے بغیر اس عبوری دَور کے تقاضے بھی پورے نہیں ہوں گے۔ بس زیادہ سے زیادہ وہی ہو گا جو اِس وقت تک ہم کر رہے ہیں کہ جو لوگ بھی ایک خاص وقت میں تنظیم میں شامل ہو گئے وہی چلے آ رہے ہیں۔ اس کے بعد اضافہ بہت ہی کم ہوا ہے۔ پرانے ساتھیوں میں سے بھی بعض مجھ سے یا مقامی حالات سے مایوس اور بددل ہو کر یا کسی اور وجہ سے ٹوٹ گئے۔ کسی کے بارے میں بھی ساری تفصیل تو معلوم نہیں ہے۔ لیکن اس وقت تک تو یہی پوزیشن ہے کہ ہمارا سب سے بڑا پراجیکٹ یہی ہے کہ اس تحریک میں شامل ساتھیوں کو اس کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ رکھا جائے۔ ؏ پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ! درحقیقت اس عبوری دور میں بھی

اگر صورت حال میں کوئی بنیادی تبدیلی آ سکتی ہے تو اُس وقت جب Integration ہو ------ Integration کے معانی کیا ہیں' وہ اب آپ سن لیجئے۔

ایک تو یہ کہ ہمارا نظام العمل جو یہاں بھی آگیا ہے' میثاق میں بھی چھپ گیا ہے' اسے آپ لوگوں نے پڑھا بھی ہو گا اور اس پر غالباً آپ حضرات کی گفتگوئیں بھی ہوئی ہیں اور آپ کی طرف سے اس میں بعض ترمیمات (Ammendments) کی تجویزیں بھی مجھ تک پہنچی ہیں۔ ڈاکٹر خورشید ملک صاحب نے مجھے سپین ہی میں اس بارے میں کچھ باتیں بتائی تھیں۔ یہ سمجھ لیجئے کہ ہم نے اس نظام العمل میں رفقاء کی درجہ بندی اور انہیں تربیت گاہوں کے نظام میں سے گزارنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ اسی طرح لازماً یہاں بھی کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر ہماری گاڑی یہاں بالکل آگے نہیں بڑھے گی۔ ایک رفیق جو ابھی بیعت کر کے تنظیم میں شامل ہوتے ہیں اور ایک کو دس سال ہو گئے ہیں' ان دونوں کو آپ اگر ایک ہی قسم کے پروگرام میں شامل کریں گے تو پرانے رفیق محسوس کریں گے کہ یہ تکرارِ محض ہے' ہمارے لئے بے کار کی باتیں ہیں جو ہم نے دس دفعہ سنی ہوئی ہیں' جبکہ ان کے بغیر نئے رفیق کا ذہن نہیں بنتا اور اس کے سامنے بات پورے طور پر واضح نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہ درجہ بندی لازماً ہونی چاہئے اور ہر درجے کے ساتھ اس کے جو تقاضے ہیں ان کو پورا کیا جانا چاہئے۔ تربیتی نظام اور درجہ بندی کا نظام بہت ہی مربوط اور Integrated ہونا چاہئے۔ وہاں کا اور یہاں کا نظام مکمل طور پر ہم آہنگ اور متوازی ہونا چاہئے۔ ان میں کامل مشابہت اور یکسانیت ہونی چاہئے۔ دوسرے یہ کہ مشاورت میں بھی یہاں سے پوری شرکت ہونی چاہئے۔ اب وہاں ہماری پالیسیاں بنتی ہیں' فیصلے ہوتے ہیں' لیکن مرکزی شوریٰ میں یہاں کی کوئی نمائندگی نہیں۔ اسی طرح یہاں کے جو معاملات طے ہوتے ہیں تو اس میں وہاں کے لوگوں کا کوئی رابطہ نہیں۔ نہ ہی وہ یہاں کے حالات سے واقف ہیں۔ یہاں تو صرف میں آتا رہا ہوں یا قمر سعید صاحب آتے رہے ہیں۔ یا پھر میرے ساتھ میرے بیٹوں میں سے کوئی سا آجاتا ہے۔

ضرورت درحقیقت اس بات کی ہے کہ ایک باہمی ذہنی ہم آہنگی اور قرب پیدا ہو' بروقت باہم مشورے کئے جا سکیں اور ایک دوسرے کی آراء سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ یعنی

جس کو آج کل کی اصطلاح میں آپ " Think-tank " کہتے ہیں وہ Think-tank اگر ہمارا یہاں کا اور وہاں کا مشترک نہیں بنے گا تو یہ گاڑی ناکنگ کرتی رہے گی۔ یہاں کی بات وہاں پہنچے گی تو ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی اور ان کی بات یہاں آئے گی تو وہ آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ اس طرح سوچ اور ترجیحات میں اختلاف رہے گا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ باہمی تبادلہ خیالات کے بعد تو آدمی محسوس کر سکے کہ وہاں کے حالات کے مطابق اولین ترجیح اس چیز کی ہوگی 'لیکن ہونا یہ چاہئے کہ وہ اسے ذہناً تسلیم کرے کہ یہ وہاں کی تحریک کا تقاضا ہے۔ فرض کیجئے کسی وقت یہ طے کیا جاتا ہے کہ میں ایک مہینے یا دو مہینے کے لئے یہاں آؤں اور وہاں کے رفقاء کی اگر تو کوئی ذہنی ہم آہنگی یہاں کے ساتھ ہو' وہ یہاں کے حالات اور تقاضوں سے باخبر ہوں اور جانتے ہوں کہ جو وقت یہاں پر صرف ہوگا واقعتہً Productive ہو سکتا ہے اور اس کے واقعی فائدے ہیں 'تب تو وہ ذہناً اس کو تسلیم بھی کریں گے، اس کے لئے ان کے اندر آمادگی بھی ہوگی ورنہ وہ ناگواری محسوس کریں گے کہ اس طرح کے پروگرام میں زبردستی ٹھونس دیتا ہوں۔ اور میں نے کچھ عرصہ پہلے تک محسوس بھی کیا کہ ہمارے وہاں کے کچھ قریبی ساتھی جو ہیں وہ میرے باہر کے سفر کو پسند نہیں کرتے۔ میں نے ان سے یہ کہا بھی کہ شاید آپ لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ میں کہیں سیر کے لئے جاتا ہوں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اب تو میں نے کئی بیرونی سفر ایسے کر لئے ہیں کہ نہ کسی دکان کی شکل دیکھی ہے اور نہ جا کر کسی بلڈنگ کو دیکھا ہے۔ اس بار میں یہاں آیا ہوں تو میں نے ایک پیسے کی کوئی خریداری نہیں کی۔ شروع شروع میں تو ضرور ایسا ہوا کہ بعض اعزّہ کی فرمائش پر کچھ چیزیں خرید لیں 'لیکن اب ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ میں نے قمر سعید قریشی صاحب کو بھی سختی سے روک دیا تھا کہ کسی کی فرمائش پر کوئی چیز نہ خریدیں 'کیونکہ اس کا وہاں کے ساتھیوں پر ایک بڑا منفی اثر پڑتا ہے کہ شاید یہ لوگ وہاں پر ان چیزوں کی خریداری کے لئے جاتے ہیں۔ جیسے کبھی بعض لوگ بظاہر حج کو جاتے تھے لیکن دراصل جاتے تھے اپنی بچیوں کا جہیز بنانے کے لئے۔ تو اس اعتبار سے میں نے وہاں کے ساتھیوں سے کہا کہ شاید آپ لوگ یہ سمجھ کر اس پر ناگواری کا اظہار کرتے ہیں۔

تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر یہ Close integration ہو' باہمی آمد و رفت ہو' یہاں کی رپورٹیں بھی وہاں سالانہ اجتماع میں پڑھی جا رہی ہوں' یہاں سے لوگ وہاں جاتے

ہوں اور معلوم ہو کہ ہمارے اتنے رفقاء امریکہ سے شریک ہوئے ہیں اور وہاں کی شوراؤں میں بھی یہاں کے لوگ شریک ہوں تو پھر یہ ہو گا کہ اس کے لئے ذہناً فضا زیادہ ہموار ہو گی کہ یہ وقت کا تقاضا ہے اور یہ سمجھا جائے گا کہ یہ ایک ہی شے ہے اور ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ کسی اور جگہ کا تقاضا یا کسی اور تنظیم و تحریک کا معاملہ ہے۔ تو integration کا ایک حصہ تو یہ ہے۔ یعنی جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ جو بھی تربیتی نظام اور رفقاء کی درجہ بندی ہے وہ بھی ہم آہنگ اور ایک ہی سطح پر ہو۔ ہمیں معلوم ہو کہ وہ وہاں کا ملتزم رفیق ہے اور یہ یہاں کا ملتزم رفیق ہے۔ ہمیں اندازہ ہو کہ اس کورس میں سے یہ گزر چکا ہے۔ اسی طرح آپ کو معلوم ہو کہ کون کیا ہے اور کتنی اس کی سٹینڈنگ ہے۔ دوسرے یہ کہ مشاورت اور Decision making میں بھی آپ کی شرکت اور شمولیت ہونی چاہئے۔ جہاں تک ہمارے نظام العمل کا تعلق ہے اس میں یہاں کے اعتبار سے کوئی خصوصی تبدیلی کرنی ہو تو اس پر غور کر کے 'جمع تفریق کر کے کر لی جائے' لیکن بنیادی طور پر اسی نظام العمل کو یہاں پر اختیار کیا جانا چاہئے۔

یہ ساری باتیں میں اس عبوری دور کے لئے کر رہا ہوں۔ جب بھی آپ کو یہ محسوس ہو کہ اب ہم 'خود کفیل' ہو سکتے ہیں' یعنی اب ہمارے پاس کوئی شخصیت ایسی ہے جس پر ہم جمع ہو سکتے ہیں اور وہ اس تحریک کو دعوت اور توسیع کے اعتبار سے لے کر چل سکتی ہے تو پھر وہ شخصیت یہاں کی قیادت سنبھال لے۔ ظاہر ہے کہ سب لوگ تو کسی ایک شخص پر مطمئن نہیں ہوا کرتے لیکن اگر رفقاء کی غالب اکثریت کسی ایک شخص پر مطمئن ہو جائے کہ اب ہم اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں تو پھر تو یہاں کی تنظیم ' تنظیم اسلامی پاکستان کی ایک 'Sister Organization' ہو گی۔ پھر ان کے مابین رشتہ تعاونِ باہمی کا ہو گا کہ آپ کی کوئی ضرورت ہے اور ہم وہاں سے اس کے لئے کوئی مدد کر سکتے ہیں' تو ہم کریں وہاں پہ ہماری کوئی ضرورت ہے جسے آپ پوری کر سکتے ہیں تو آپ کریں۔ یہ پھر برابری کی بنیادوں پر دو خود مختار تنظیموں کے مابین تعاون ہو گا۔ اس کے لئے بھی قرآن مجید میں ہدایات موجود ہیں: تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ' وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ○

یہ ہے وہ اصل شے جو مطلوب ہے کہ یہاں کی قیادت ابھر آئے اور پھر اصل تحریک

اٹھے۔ فی الحال جو باتیں میں کہہ رہا ہوں وہ اس عبوری دور کے لئے ہیں جبکہ آپ مجھی سے بیعت ہیں' میرے ہی ساتھ بیعت کے رشتے میں منسلک ہو کر آپ نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی ہے اور میرے ہی پاس اس کی قیادت کا منصب ہے۔

Integration کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ یہاں پر آپ بھی یہ سمجھیں کہ آپ کو کام صرف یہیں نہیں' بلکہ وہاں بھی کرنا ہے۔ اس لئے کہ جب ایک تنظیم ہے تو گویا کہ اسی کے اعتبار سے آپ کو بھی ہماری وہاں کی جدّوجہد اور محنت و کوشش میں شریک ہونا ہے۔ اس کے لئے میں پانچ باتیں گنوا رہا ہوں۔ انہیں نوٹ کر لیجئے:

(۱) وہاں کے کام میں ہمارے ساتھ تعاون اور مدد کا سب سے پہلا درجہ یہ ہے کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ وہاں ہمارے لئے حالات سازگار فرمائے' ہماری نیتوں میں کوئی کھوٹ ہے تو اسے صاف کر دے۔ قرآن میں الفاظ آئے ہیں: لِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ (تاکہ اللہ تعالیٰ پاک و صاف کر دے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے)۔ اگر صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ بات کہی جا سکتی تھی تو ہم تو کئی ہزار گنا زیادہ اس کے محتاج ہیں۔ دعا کے بارے میں تو فرمایا گیا ہے: اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ ـــــــ یعنی دعا مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے! لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا بِالدُّعَاءِ ـــــــ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی کسی وقت دعا کی وجہ سے بدل جاتا ہے۔ یہاں قضا سے مراد قضائے معلّق ہے۔ قضائے مبرم تو ایسے فیصلے ہیں جو کسی دعا سے بھی نہیں ٹل سکتے لیکن بعض چیزوں میں اللہ تعالیٰ دعا کی وجہ سے اپنا فیصلہ بدل دیتا ہے' کوئی تاخیر ہو جاتی ہے' کوئی مہلت مزید مل جاتی ہے۔ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ صرف ایک روایتی انداز کی دعا نہیں بلکہ آپ لوگ ہمارے وہاں کے اس کام کے لئے خلوص کے ساتھ دعا کریں!۔

(۲) تعاون کا دوسرا درجہ مالی تعاون کا ہے۔ جیسا کہ میں نے ہر جگہ وضاحت کر دی ہے کہ وہاں پر ہمارے ساتھ نہ دولت مند اور سرمایہ دار لوگ شریک ہوئے ہیں اور نہ زمیندار و جاگیردار! ہمارے زمیندار لوگ تو بس سیاست کا کھیل کھیلتے ہیں۔ اس کے علاوہ زمیندار کسی مذہبی کام میں بھی بالکل حصہ نہیں لیتا۔ مذہبی کام میں سرمایہ دار تاجر حصہ لیتا ہے لیکن وہ یہ کام فرقہ وارانہ بنیادوں پر کرتا ہے۔ جو اہل حدیث ہے وہ جمعیت اہل حدیث کو پیسے دے گا' کوئی بریلوی ہے تو وہ بریلویوں کو دے گا۔ ہمارے پاس تو اکثر و بیشتر یا نوجوان ہیں یا سرکاری ملازم

ہیں جو بڑی مشکل سے اپنی سفید پوشی کا بھرم برقرار رکھتے ہیں۔ بہرحال ایسا نہیں ہے کہ آج تک ہماری کوئی بھی مہم پیسے کی کمی کی وجہ سے رک گئی ہو۔ یہ تو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کی طرف سے گارنٹی ہے لیکن اب جو ہم نے وہاں خاصی تعداد میں ایسے کارکنوں کی خدمات حاصل کی ہیں جو اپنی ملازمتیں وغیرہ چھوڑ کر آگئے ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کو ہمیں کچھ نہ کچھ معاوضہ تو دینا ہے' لہٰذا ہم نے اپنا بجٹ خاصا بڑھایا ہے۔ اس کے لئے ہمیں آپ کے تعاون کی بھی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ آپ جو کچھ بھی اپنے یہاں اِنفاق کریں اس میں سے وہاں بھی کچھ حصہ پہنچے تو یہ تعاون کی دوسری صورت ہے۔

(۳) آپ میں سے جن حضرات کے بھی پاکستان میں دوست' احباب' اعزہ و اقارب اور برادری کے لوگ ہیں وہ یہاں سے انہیں تنظیم کی دعوت بھیجیں' خطوط کے ذریعے سے انہیں اس کام کی طرف متوجہ کریں' اپنی طرف سے زرِ تعاون ادا کر کے انہیں 'میثاق' کے سالانہ خریدار بنائیں' اور انہیں ہمارے لٹریچر کے پورے پورے سیٹ بھجوائیں جن کی قیمتیں یہاں کے پیمانوں کے اعتبار سے تو بہت ہی کم ہیں۔ ڈاک خرچ سمیت پورے سیٹ کی قیمت پانچ سو روپیہ سے بھی کم ہے جس کی آپ کے لئے کچھ حیثیت نہیں۔ اس سے آپ ایک گھر کے اندر اپنا پورا لٹریچر پہنچا دیں گے جو وہاں پڑھا جائے گا۔ کسی گھر میں کسی کا کوئی عزیز' کوئی مہمان ہی آجاتا ہے جو وقت گزاری ہی کے لئے کتاب اٹھا کر دیکھ لیتا ہے اور اس طرح اس کام سے متعارف ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی میں کوئی تبدیلی آجاتی ہے۔ اس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں۔ پھر یہ کہ اس کا 'فالو اپ' بھی ہونا چاہئے۔ آپ نے اپنے کسی عزیز کو لٹریچر بھجوایا ہے یا میثاق کا خریدار بنوا دیا ہے تو اب اس سے آپ کی خط و کتابت ہو اور آپ اس سے پوچھیں کہ: "ملکی حالات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ کی وابستگی کس گروپ کے ساتھ ہے؟ یا کسی کے ساتھ وابستہ نہیں ہیں تو کہیں وابستہ ہونا چاہئے۔ اگر آپ کے سامنے کوئی طریق کار یا ملی مسائل کا کوئی حل ہے تو وہ کیا ہے؟" تو یہاں سے آپ اگر یہ کام کریں گے تو وہ بہت مؤثر کام ہوگا۔ ہماری مخصوص نفسیات کے اعتبار سے یہ چیز بہت اثر انداز ہوتی ہے کہ بات 'وہاں' سے آرہی ہے۔ جیسے کبھی اکبر الہ آبادی نے کہا تھا کہ۔

چیز وہ ہے بنے جو یورپ میں   بات وہ ہے جو پانیئر میں چھپے !
تو اگر یہاں سے کوئی بات جائے گی تو اس کو وہاں زیادہ مقبولیت حاصل ہوگی۔ اور ایسا ہوا ہے کہ ہمارے بہت سے ساتھی جو ابوظہبی وغیرہ میں کام کر رہے ہیں ان کے ذریعے سے پنجاب کے دیہات میں ہماری بات پہنچ گئی ہے۔ یہ حضرات ابو ظہبی وغیرہ میں ہمارے کام سے متعارف ہوئے اور جب چھٹیوں میں اپنے گاؤں گئے تو باہمی ملاقاتوں میں یا وہیں سے خط و کتابت کے ذریعے انہوں نے اپنے اعزّہ و احباب کو اس طرف متوجہ کیا۔ تو وہاں پر یہ کام اس نہج سے ہوا ہے۔ یہ کام آپ کو بھی یہاں سے کرنا چاہئے۔

(۴) آپ حضرات ہر سال اپنا کچھ وقت فارغ کر کے پاکستان آئیں۔ اس کے لئے میرا ولین مطالبہ تو ایک ایک "چِلّے" کا تھا' لیکن معلوم ہوا کہ یہ آپ حضرات کو بڑا گراں محسوس ہوا ہے ـــــ تو چلئے نصف چِلّہ ہی نکالئے! آپ سالانہ تین ہفتے لے کر پاکستان آئیں جو اسی مقصد کے تحت ہوں کہ وہاں جا کر تنظیم کا کام کرنا ہے۔ آغاز میں یہ ہو سکتا ہے کہ اس میں آدھا وقت تربیت گاہوں کے نظام میں صرف کیا جائے جس میں سے آپ کو بھی اب integrate ہو کر گزرنا ہوگا۔ اور جب تک یہاں پر تربیت گاہوں کے انعقاد کا وہ نظام ہم قائم نہیں کر سکتے اُس وقت تک آپ کا وہ وقت وہاں پر تربیت گاہ میں صرف ہو۔ اسے آپ باہمی مشورے سے اپنی سہولت کے تحت طے کر لیں تو اسی کے مطابق ہم وہاں پر آپ حضرات کے لئے تربیت گاہوں کا کوئی نظام رکھ سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ باقی وقت آپ اپنے علاقوں میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں جا کر دعوتی ملاقاتیں کریں اور آپ نے خط و کتابت کے ذریعے یہاں سے دعوتی کام کا جو آغاز کیا تھا اسے آگے بڑھائیں۔

(۵) پانچواں درجہ میرے نزدیک اگرچہ بہت اہم ہے' لیکن اس کے لئے میرا مطالبہ آپ میں سے ہر ایک کے لئے نہیں ہے۔ یعنی اپنا کاروبار وغیرہ سمیٹ کر پاکستان واپسی! اس کے لئے شروع میں تو میں آپ حضرات سے بہت کہتا رہا' لیکن بعد میں جو تجربے ہوئے ان سے محسوس ہوا کہ یہاں اس کا خاص محل نہیں ہے اور یہ چیز زیادہ قابلِ عمل نہیں ہے۔ ہمارے بعض رفقاء یہاں سے پاکستان گئے اور وہاں کے ناسازگار کاروباری حالات اور دگرگوں صورت حال میں اپنی پونجی بھی گنوا بیٹھے اور پھر بہت پریشان ہو کر انہیں دوبارہ یہاں واپس آنا

پڑا۔ تو اس کی طرف تو میں زیادہ ترغیب نہیں دلاتا۔ البتہ یہ ایک ذاتی معاملہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص خود اس کے لئے اتنا متحرک ہو جائے کہ وہ یہ سمجھے کہ اب مجھے تو ہمہ وقت اسی کام میں لگنا ہے۔ اور وہ ذہناً اس کے لئے تیار ہو کہ اس مقصد کی خاطر مجھے روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کرنا ہے' مجھے کوئی کاروبار کرنے اور اپنا کوئی دنیوی کیریر بنانے پاکستان نہیں جانا ـــــــ بلکہ اسی کام کے لئے جانا ہے۔ جیسے وہاں اور بہت سے لوگوں نے اپنے کیریرز قربان کئے ہیں' اپنی ملازمتیں چھوڑی ہیں' کاروبار سمیٹے ہیں اور اس کام میں ہمہ تن' ہمہ وقت لگ گئے ہیں' اسی طرح کوئی یہاں سے جا کر لگنا چاہے تو اسے عزیمت کا یہ راستہ اختیار کرنا چاہئے ـــــــ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ!!

❀❀❀❀❀❀❀

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

اپنی تالیف **وحدتِ اُمّت** میں اگر

○ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کے دو ایمان افروز اور سبق آموز واقعات کے سوا اور کچھ نہ لکھتے

تب بھی یہ کتاب موتیوں میں تُلنے کی مستحق ہوتی

وقت کے اہم ترین موضوع پر اس بہترین اور مفید ترین کتاب کو

اب مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے شایانِ شایان طور پر شائع کیا ہے۔

بڑے سائز کے ۲۵ صفحات ○ عمدہ دبیز کاغذ ○ دیدہ زیب کور

ھدیہ: ۴ روپے ○ علاوہ محصول ڈاک

جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے موضوع پر
قرآن حکیم کی جامع ترین سُورۃ
سُورۃ الصّفّ
(۲)

چند تمہیدی مباحث

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سورۃ الصف اور سورۃ الجمعہ کا براہِ راست مطالعہ کرنے سے قبل قرآن حکیم کی سورتوں کے بارے میں تعارفی و تمہیدی نوعیت کی دو مزید باتوں کی جانب توجہ کرنا مفید رہے گا۔ اجمالاً ان امور کی جانب اشارات پچھلے اسباق میں بھی کیے جا چکے ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح ہر گروپ کا ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے اسی طرح قرآن حکیم کی ہر سورۃ کا ایک عمود یا AXIS ہوتا ہے جسے ایک ایسے دھاگے سے مشابہہ قرار دیا جا سکتا ہے جس میں موتی پروئے گئے ہوں اور ان موتیوں کو ہار کی شکل دی گئی ہو۔

قرآن حکیم کی ہر آیت اپنی جگہ علم و حکمت کا ایک حسین موتی ہے لیکن جب اُسے ایک سلسلۂ کلام کی لڑی میں پرو دیا جاتا ہے، ایک مرکزی مضمون کے ساتھ اس کا ربط قائم ہوتا ہے تو اس کے حسن میں ایک نئی شان پیدا ہوتی ہے اور اس ربطِ باہم سے علم و حکمت کے نئے نئے پہلو آشکارا ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے قرآن حکیم کی ہر سورۃ پر غور کرنے کے لیے اس سورۃ کے مرکزی مضمون اور عمود کا تعین ضروری ہے۔ پھر ہر ہر آیت پر اپنی جگہ غور کرنے کے بعد اُس مرکزی مضمون کے ساتھ اُن آیات کے ربط کو تلاش کرنا تدبرِ قرآن کے نقطۂ نگاہ سے نہایت اہم ہے

دوسری بات یہ کہ قرآن حکیم کی اکثر سورتیں جوڑوں کی شکل میں ہیں۔ قرآن حکیم میں یہ اسلوب نظر آتا ہے کہ کسی ایک مضمون کو جس کے دو رُخ یا دو پہلو ہوں، کسی ایک ہی سورۃ میں بیان کرنے کی بجائے بالعموم دو سورتوں میں منقسم کر دیا جاتا ہے اور وہ دو سورتیں گویا ایک جوڑے (PAIR) کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اُس مضمون کے ایک پہلو پر گفتگو اُس جوڑے میں شامل ایک سورۃ میں اور دوسری پر بحث دوسری سورۃ میں ہوتی ہے۔ اور جیسے کہ محاورۃً کہا جاتا ہے کہ ہر تصویر کے دو رُخ ہوتے ہیں اور اُن کے اجتماع سے تصویر مکمل ہوتی ہے۔ اسی طرح دونوں سورتیں مل کر ایک مضمون کی تکمیل کرتی ہیں۔ اس کی ایک نمایاں مثال 'معوّذتین' کی ہے جو قرآن حکیم کی آخری دو سورتیں ہیں۔ مضمون ایک ہی ہے یعنی 'تعوّذ'۔ اُن چیزوں کو کہ جن سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کی تلقین کی گئی ہے، دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک وہ آفات ہیں جو انسان پر خارج سے حملہ آور ہوتی ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جو انسان کے اپنے باطن سے اُبھرتی ہیں۔ پہلی قسم کی آفات سے سورۃ الفلق میں اللہ کی پناہ حاصل کرنے کا ذکر ہے اور دوسری نوع کی آفات سے سورۃ الناس میں۔ اس طرح سے 'مُعَوِّذَتین' کی شکل میں قرآن حکیم کی سورتوں کا ایک حسین و جمیل جوڑا وجود میں آ گیا۔ اسی طرح کا معاملہ سورۃ المزمّل اور سورۃ المدثّر کا ہے۔ ان دونوں سورتوں کے ناموں میں بھی لفظی مشابہت موجود ہے اور مضامین کے اعتبار سے بھی گہری مماثلت نظر آتی ہے۔ ایک میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کو قیام اللیل کی شکل میں ذاتی ریاضت کا حکم دیا جا رہا ہے: " یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ " یہ آپ کی ذاتی تربیت کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے کہ: " اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝ " ہم آپ پر بڑی بھاری بات ڈالنے والے ہیں اس کے لیے آپ کو ذاتی تربیت کے اس مرحلے سے گزرنا ہوگا اور دوسری سورۃ میں اُس مشن کے لیے کھڑے ہونے کا ذکر ہے کہ جس کے لیے آپؐ کو بھیجا گیا تھا اور جس کے لیے یہ ساری تیاری درکار تھی۔ یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ کہ اب اپنے MISSION کی تکمیل کے لیے کھڑے ہو جائیے، اپنی جدّ و جہد کا آغاز کیجئے، اور اللہ کی کبریائی کا اعلان کیجئے! چنانچہ یہ دونوں سورتیں مل کر ایک حسین و جمیل جوڑے کی صورت اختیار کرتی ہیں۔ یہ دو مثالیں ان سورتوں سے متعلق تھیں جن کا باہم جوڑا ہونا بہت نمایاں ہے۔

ان کے علاوہ بھی بہت سی سورتیں ایسی ہیں جن کا باہم جوڑا ہونا بڑی آسانی سے سمجھ میں آتا ہے۔ مثلاً اٹھائیسویں پارے کے آخر میں دو سورتیں سورۃ التحریم اور سورۃ الطلاق ایک انتہائی خوبصورت جوڑے کی شکل میں ہیں۔ یہ دونوں سورتیں عائلی زندگی کے دو مختلف پہلوؤں اور ان سے متعلقہ مسائل سے بحث کرتی ہیں۔ ایک پہلو شوہر اور بیوی کے مابین عدم موافقت سے متعلق ہے جس کی انتہا طلاق ہے۔ اور دوسرے کا تعلق شوہر اور بیوی کے مابین محبت والفت سے ہے جو اگرچہ مطلوب اور پسندیدہ ہے لیکن اگر یہ معاملہ حدِ اعتدال سے تجاوز کر جائے اور ایک دوسرے کے جذبات کا لحاظ اس حد تک کیا جانے لگے کہ حدود اللہ ٹوٹنے لگیں تو یہ دوسری انتہا ہے۔ سورۃ الطلاق میں ایک انتہا سے بحث ہوئی اور سورۃ التحریم میں دوسری انتہا زیر بحث آئی۔

اسی طرح کا معاملہ سورۃ المنافقون اور سورۃ التغابن کا ہے۔ یہ دونوں سورتیں ہمارے اس منتخب نصاب میں شامل ہیں۔ ایمانِ حقیقی اور اس کے ثمرات و مضمرات کے موضوع پر سورۃ التغابن قرآن حکیم کی جامع ترین سورۃ ہے۔ اگرچہ قانونی سطح پر ایمان کے مقابل کا لفظ 'کفر' ہے لیکن حقیقی اعتبار سے ایمان کے مقابل کا لفظ ہے نفاق۔ نفاق دراصل فقدانِ ایمان کی باطنی کیفیت کا نام ہے۔ چنانچہ مصحف میں سورۃ التغابن سے متصلاً قبل جڑی ہوئی سورۃ المنافقون موجود ہے جو نفاق کے موضوع پر قرآن حکیم کی جامع ترین سورۃ ہے۔ نفاق کے اسباب اور اس کے نقطۂ آغاز سے لے کر اس کے انجام اور اس کے علاج تک تمام اہم مباحث اس چھوٹی سی سورۃ میں جمع ہیں۔ سورۃ التغابن اور سورۃ المنافقون دونوں کو مصحف میں یکجا کر دیا گیا اور اس طرح ایک مضمون کی تکمیل ہو گئی۔

بعثتِ نبویؐ کے دو اہم پہلو

باہم جوڑا ہونے کی یہ نسبت سورۃ الصف اور سورۃ الجمعہ میں بھی بہت نمایاں ہے بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دو رخ چونکہ ان دو سورتوں میں زیر بحث آئے ہیں لہٰذا میرا احساس یہ ہے کہ ان پر غور و فکر کرنے والا ہر شخص اپنے باطن میں ان سورتوں کے ساتھ قلبی اور ذہنی مناسبت کی ایک عجیب اور نرالی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ ایک سورت یعنی سورۃ الصف کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ حضورؐ کا مقصدِ بعثت کیا ہے! یہ موضوع اپنی

جگہ نہایت اہم ہے اس لیے کہ کسی بھی شخص کے کارنامۂ حیات کو ASSESS کرنے (جانچنے) کے لیے ضروری ہے کہ پہلے یہ معین کیا جائے کہ اس کا ہدف کیا تھا، وہ کیا کرنے چلا تھا اور اس کی منزلِ مقصود کونسی تھی۔ اس پہلو سے سیرتِ محمدیؐ کے مطالعے کے لیے واقعتہً یہ سورۂ مبارکہ اور بالخصوص اس کی مرکزی آیت انتہائی اہمیت کی حامل ہے، کہ یہ سمجھا جائے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ بعثت کیا تھا اور آپؐ کا فرضِ منصبی کیا تھا!

یہ ہے مرکزی مضمون سورۃ الصف کا۔ چنانچہ ہم دیکھیں گے کہ اس سورۂ مبارکہ میں تفصیل سے یہ مباحث آئے ہیں کہ نبی اکرمؐ کے اس فرضِ منصبی کا تقاضا ہے کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے ہیں اُن کا فرض ہے کہ وہ اس جدّ وجہد میں رسولؐ کا ہاتھ بٹائیں، رسولؐ کے دست و بازو بنیں۔ اسؐ کے مشن کی تکمیل میں اپنی جان اور مال، اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو صرف کر دیں اور اگر ضرورت پڑے اور وقت آئے تو اس راہ میں اپنی جان بھی نچھاور کر دیں۔ یہ گویا اُن کے ایمان کی صداقت کی دلیل ہو گی۔ اس پہلو سے واقعہ یہ ہے کہ اس سورۃ الصف میں جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا مضمون اپنی منطقی انتہا کو پہنچ گیا ہے، اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سورۂ مبارکہ کو منتخب نصاب کے اس چوتھے حصے میں رکھا گیا ہے جو 'تواصی بالحق' کی تشریحات پر مشتمل ہے اور جس کا جامع عنوان ہے 'جہاد فی سبیل اللہ'۔ ذہن میں رہے کہ اس منتخب نصاب میں جہاد کی بحث کا آغاز سورۃ الحجرات کی آیت ۱۴ سے ہوا تھا: " قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ "۔ پھر آیت ۱۵ میں ایمانِ حقیقی کی تعریف (DEFINITION) اِن الفاظ میں آئی: " اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ "۔ جہاد فی سبیل اللہ کا ہدفِ اولین یا اس کی ابتدائی منزل کا ذکر سورۃ الحج کی آخری آیت کے حوالے سے ہمارے سامنے آچکا ہے۔ یعنی دعوت و تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرنا، لوگوں پر اتمامِ حجت کرنا یا بالفاظِ دیگر 'شہادت علی الناس' کا فریضہ ادا کرنا جہاد فی سبیل اللہ کا اوّلین ہدف ہے۔ اسی جہاد فی سبیل اللہ کی آخری منزل، اس کی غایتِ قصویٰ یا اُس کا ہدفِ آخریں ہے اللہ کے دین کا غلبہ! اور یہ ہے وہ اہم مضمون جو اس سورۃ الصف میں ہمارے سامنے آئے گا۔

بعثتِ نبویؐ کا دوسرا رخ یہ ہے کہ وہ اساسی منہجِ عمل اور وہ بنیادی طریقِ کار کونسا

تھا جس پر عمل پیرا ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اُس فرضِ منصبی کو ادا کیا اور اپنے اُس مشن کی تکمیل کی جس کا تعیّن سورۃ الصف میں کیا گیا ہے۔ یہ ہے مرکزی مضمون سورۃ الجمعہ کا۔ اس پہلو سے سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کے مطالعے میں ان دونوں سورتوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان دونوں سورتوں نے مل کر گویا ایک مضمون کی تکمیل کر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا مقصدِ بعثت کیا تھا، اور اس کے لیے آپؐ کا اساسی طریقِ کار اور بنیادی منہجِ عمل کون سا تھا! ـــــ

مقصد کا تعیّن اور صحیح منہجِ عمل کی تعیین!

یہاں ایک بات کی جانب توجہ دلانا بغیر مفید نہ ہوگا جو بڑی بنیادی اہمیت کی ہے۔ ہر اُس شخص کو جو دین کے ضمن میں کچھ بھی اپنی ذمّہ داریوں کا احساس و شعور رکھتا ہو اور اپنے اِن فرائض کی ادائیگی پر کمربستہ ہو، اس حقیقت کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دین کی سربلندی کی جدوجہد میں یہ دونوں باتیں بہت اہم ہیں: (i) مقصد کا تعیّن اور (ii) اس مقصد کے حصول کے لیے صحیح راہ کا تعیّن۔ دونوں انتہائی ضروری ہیں۔ اگر مقصد کا تعیّن صحیح نہیں ہے، ہدف غلط معیّن ہو گیا ہے، یا بلا مقصد کسی ایک دائرے (CIRCLE) میں حرکت جاری ہے تو لاکھ محنت اور کوشش کے باوجود کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ خواہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ گھروں سے نکلیں اور چالیس چالیس دن بلکہ اس سے بھی زیادہ وقت دین کی محنت میں صرف کریں لیکن اگر یہ ساری محنت بغیر ہدف کے ہو رہی ہے تو غلبۂ دین کی راہ میں کوئی مؤثر پیش رفت اس ذریعے سے نہیں ہو سکتی۔ منزل اور ہدف کا تعین بہت ضروری ہے ـــــ لیکن ہدف کے تعیّن کے ساتھ ہی اُس طے شدہ منزلِ مقصود تک پہنچنے کے صحیح منہجِ عمل اور طریقِ کار کا تعیّن بھی از حد ضروری ہے اس لیے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ منزل کے صحیح تعیّن کے باوجود انسان کسی غلط راستے پر پڑ جاتا ہے۔ صحیح منہجِ عمل اگر سامنے نہ ہو تو منزل تک پہنچنے کی جلدی میں بعض اوقات انسان کسی راہِ قصیر (SHORT-CUT) کو آزمانے کی غلطی کر بیٹھتا ہے لیکن پھر وہ SHORT-CUT کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔ پھر تمام محنتوں، کوششوں اور قربانیوں کے باوجود منزل دور سے دور تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ صحیح منہجِ عمل کو ترک کرنے کا یہ نتیجہ نکل کر رہتا ہے۔

یہ موٹی سی بات تو ہر شخص کے سمجھ لینے کی ہے کہ ہر مقصد اور ہر ہدف کے حصول کے لیے ہر طریق کار مفید نہیں ہوتا۔ ہر مقصد کے حصول کا اپنا ایک معیّن طریق کار ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کہیں اشتراکی انقلاب برپا کرنے کا خواہش مند ہے تو اُسے ایک خاص منہج عمل اختیار کرنا ہوگا۔ اُسے اپنے معاشرے میں طبقاتی شعور پیدا کرنا ہوگا، اس طبقاتی شعور کو اجاگر کر کے طبقاتی تصادم کو جنم دینا ہوگا۔ لیکن اگر کوئی نیک دل انسان تصادم کو ناپسند کرتا ہو اور اس سے گریز چاہتا ہو تو ظاہر بات ہے کہ وہ اشتراکی انقلاب کی راہ میں آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ اس لیے کہ اس انقلاب کا راستہ اسی وادی میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ اسی طریقے سے یہ بات جان لیجئے کہ دین کی اقامت اور اس کا غلبہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بنیادی مقاصد میں سے ہیں۔ یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ سورۃ الصف کی مرکزی آیت کے حوالے سے ہمارے سامنے آئے گی۔ "هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ"۔ اس میں اگر کسی کو اشتباہ ہے، اور نیک نیتی کے ساتھ اشتباہ ہے تو وہ اللہ کے ہاں عذر پیش کر سکے گا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ پھر قرآن مجید اور اُس کے فہم سے اُسے کوئی حصّہ حاصل نہیں!

دین کو دنیا میں ایک عملی اور ایک زندہ نظام کی حیثیت سے قائم اور برپا کرنا بعثت محمّدی کا بنیادی مقصد ہے۔ اِسی کے لیے محنت، اِسی کے لیے جد وجہد، اسی کے لیے کوشش، اسی کے لیے جینا، اسی کے لیے مرنا، اسی میں مال اور جان کا کھپانا، بندۂ مومن کے ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ اِس مقصد کی طرف پیش قدمی کا اپنا ایک طریق اور منہج معیّن ہے۔ اگر ہم یہ دیکھیں کہ دنیا میں بعض دوسری تحریکیں کسی اور طریقے پر عمل پیرا ہو کر کامیاب ہوگئیں، کوئی وقتی سا نعرہ کسی تحریک کے لیے مفید ثابت ہوگیا یا کوئی SHORT-CUT کسی نے اختیار کیا اور وہ لیلائے حکومت سے ہمکنار ہوگیا، اور اس قسم کی چیزوں سے متاثر ہو کر ہم بھی ایسا ہی کوئی طریق کار غلبۂ دین کی جدوجہد میں اختیار کریں تو یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ تمام تر خلوص و اخلاص کے باوجود کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکل سکے گا ——— اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ، محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اساسی منہج عمل وہ ہے جو سورۃ الجمعہ کی مرکزی آیت میں نہایت دوٹوک الفاظ میں بیان ہوا ہے:

"هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ

یُزَکِّیۡھِمۡ وَ یُعَلِّمُھُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَۃَ "

مقصدِ بعثت کا مضمون تین مرتبہ دہرایا گیا

یہاں یہ عجیب بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ قرآن مجید میں وہ آیت جس میں حضورؐ کے مقصدِ بعثت کا بیان ہے، تین مرتبہ وارد ہوئی۔ دو مرتبہ اس شان کے ساتھ آئی ہے کہ اس میں ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ہے۔ "ھُوَ الَّذِیۡ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡھِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ"۔ یہی الفاظ سورۃ التوبہ کی آیت ۳۳ میں وارد ہوئے ہیں اور بعینہٖ انہی الفاظ میں یہ آیت سورۃ الصف کے وسط میں وارد ہوئی ہے۔ اسی طرح سورۃ الفتح کے آخری رکوع میں آیت ۲۸ کا مرکزی حصہ بھی انہی الفاظ پر مشتمل ہے یعنی: "ھُوَ الَّذِیۡ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡھِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ"۔ یہاں تک الفاظ بالکل وہی ہیں جو سورۃ التوبہ اور سورۃ الصف میں وارد ہوئے ہیں، البتہ آیت کے آخری حصے میں یہاں "وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ" کی بجائے "وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیۡدًا" کے الفاظ لائے گئے ہیں۔

اساسی منہجِ عمل کا ذکر چار مقامات پر!

اب آئیے سورۃ الجمعہ کی مرکزی آیت کی طرف جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیادی طریقِ کار یا بالفاظِ دیگر انقلابِ محمدیؐ کے اساسی منہاج کو معین کر رہی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سورۃ الصف کی مرکزی آیت قرآن حکیم میں تین مرتبہ وارد ہوئی تھی تو یہ آیت ترتیب کے ذرا سے فرق کے ساتھ قرآن مجید میں چار مرتبہ آئی ہے۔ اولاً یہ آیت سورۃ البقرہ کے پندرھویں رکوع میں وارد ہوئی ہے جہاں نقشہ کھینچا گیا ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السّلام کا جبکہ وہ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے: "وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰھٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ" اس وقت جو دعائیں ان کی زبانوں پر تھیں ان میں ایک دعا تو یہ تھی کہ اے پروردگار ہمیں اپنا فرمانبردار بنائے رکھ اور ہماری ذرّیت اور اولاد میں سے ایک امّتِ مسلمہ برپا کیجیو! اور پھر ان کی آخری اور نہایت اہم دعا یہ نقل ہوئی کہ: "رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُزَکِّیۡھِمۡ" اے پروردگار ان میں اپنا ایک رسول مبعوث کیجیو جو انہیں تیری

آیات پڑھ کر سنائے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے! ـــــــ یہ ہے درحقیقت بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لیے دعاءِ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام۔ پھر تین رکوعوں کے بعد سورۃ البقرہ میں اٹھارویں رکوع کے اختتام پر اعلان ہوتا ہے: "کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ" اعلان کر دیا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل اُسی دُعاءِ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا ظہور ہے۔ "ہم نے بھیج دیا ہے تمہارے اندر اپنا ایک رسول جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔" سورۃ آلِ عمران میں اس مضمون کی پھر تکرار ہوئی ہے:۔ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ" "اللہ کا احسان ہے اہلِ ایمان پر کہ اس نے اُن میں اپنا ایک رسول مبعوث کیا انہی میں کا، جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

ان تین مقامات کے بعد اب چوتھی بار یہی مضمون یہاں سورۃ الجمعہ کی آیت ۲ میں جو اس سورۂ مبارکہ کی مرکزی آیت ہے وارد ہوا ہے اور اس طرح ان دونوں سورتوں کے باہم مجتمع ہونے سے وہ حسین و جمیل جوڑا وجود میں آیا جو ایک طرف بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقصد کو معیّن کر رہا ہے اور دوسری طرف اِس مقصد کے حصول کے لیے صحیح منہجِ عمل اور بنیادی طریقِ کار کو معین کر رہا ہے۔

اب ہم ان سورتوں کے مطالعے کا آغاز کریں گے اور اس کے لیے ہمیں اپنے سابقہ معمول سے قدرے مختلف طریقِ کار اختیار کرنا ہو گا۔ اس لیے کہ اِن سورتوں کا درس اگر اس نہج پر ہو کہ پہلے ایک ایک آیت پر توجہات کو مرتکز کیا جائے اور پھر ان میں شامل ایک ایک لفظ کی گہرائی میں اُترنے کی کوشش کی جائے تو اندیشہ ہے کہ یہ معاملہ بہت طول اختیار کر جائے گا۔ ان دونوں سورتوں کے درس میں یہ طریق ملحوظ رہے گا کہ اوّلاً ہر سورۃ کی مرکزی آیت کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا جائے تاکہ وہ اصل سِرا یا ڈور ہاتھ میں آ جائے جس میں یہ موتی پِروئے ہوئے ہیں۔ اس مرکزی آیت کو سمجھنے کے بعد پھر مختلف آیات کے ساتھ اس مرکزی مضمون کے

ربط و تعلق کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تاکہ بحیثیت مجموعی سورۃ کا اصل مفہوم واضح ہو جائے۔ اسی طریقے سے سورۃ الصف کا مطالعہ ہو گا اور اسی نہج پر ان شاء اللہ العزیز سورۃ الجمعہ کا مطالعہ ہو گا۔

نبی اکرمؐ کے مقصدِ بعثت کی دو شانیں

لیکن اس سے پہلے کہ ہم سورۃ الصف کی مرکزی آیت پر غور شروع کریں ایک بنیادی حقیقت کی طرف توجہ کر لینا مفید ہو گا۔ ہماری اس گفتگو میں بار بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصدِ بعثت کا حوالہ آیا ہے۔ تو یہ جان لینا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصدِ بعثت کی دو شانیں ہیں۔ اس لیے کہ اگرچہ آپؐ بھی یقیناً دوسرے انبیاء کی طرح اللہ کے ایک نبی ہیں لیکن آپؐ صرف نبی نہیں بلکہ خاتم النبیّین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اسی طرح اگرچہ آپؐ کو بھی دیگر رسولوں کی طرح رسالت سے سرفراز فرمایا گیا ہے لیکن آپؐ صرف ایک رسول نہیں، آخرالمرسلین بھی ہیں۔ گویا آپؐ کی بعثت کے مقاصد میں وہ تمام چیزیں بھی شامل ہیں جو تمام نبیوں اور رسولوں کے پیشِ نظر تھیں، اور اضافی طور پر آپؐ کے مقصدِ بعثت کی ایک خصوصی اور امتیازی شان ختمِ نبوت اور ختمِ رسالت کے حوالے سے ہے جس میں آپؐ تمام انبیاء و رسل میں ممتاز ہیں۔

ختمِ نبوت اور ختمِ رسالت کے ایک پہلو سے تو ہم سب خوب اچھی طرح واقف ہیں یعنی یہ کہ حضورؐ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی صاحبِ شریعت نبی اور نہ کوئی بغیر شریعت نبی، نہ کوئی ظلّی نبی اور نہ ہی کوئی بروزی نبی! آپؐ پر ہر نوع کی نبوت و رسالت ختم ہو گئی۔ لیکن ختمِ نبوّت و رسالت کا دوسرا اور اہم تر پہلو یہ ہے کہ آپؐ پر نبوت و رسالت کا محض اختتام ہی نہیں ہوا، اتمام بھی ہوا ہے، تکمیل بھی ہوئی ہے۔ نبی اکرمؐ کی بعثت کا یہ وہ امتیازی پہلو ہے جو بالعموم ہماری نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے۔ حاصلِ کلام یہ کہ آپؐ کا بنیادی مقصدِ بعثت یقیناً وہی ہے جو تمام انبیاء اور تمام رسولوں کا تھا لیکن آپؐ کے مقصدِ بعثت میں ایک تکمیلی اور اِتمامی شان بھی ہے جس کی حیثیت ختمِ نبوّت اور تکمیلِ رسالت کے عکس اور پرتو کی ہے اور اس میں کوئی دوسرا نبی اور رسول آپؐ کے ساتھ شریک نہیں! سورۃ الصف میں درحقیقت حضورؐ کے مقصدِ بعثت کے اسی پہلو کی طرف اشارہ ہے۔ اور اسی کے حوالے

سے جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا موضوع وہاں تفصیل سے زیرِ بحث آیا ہے۔
جہاں تک آپؐ کے اُس بنیادی مقصدِ بعثت کا تعلق ہے جو تمام انبیاء اور رسولوں کا مشترکہ مقصدِ بعثت رہا ہے، اس کے بارے میں یہاں کسی تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ اس حوالے سے جو فرائضِ نبوت دیگر انبیاء کرام ادا کرتے رہے وہی فرائض آپؐ کو بھی تفویض ہوئے۔ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر اس حقیقت کو بیان کیا گیا کہ : "وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ" (سورۃ الکھف، آیت ۵۶) "ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر مبشر اور نذیر بنا کر"۔ بعثتِ انبیاء و رسل کے ضمن میں یہ اللہ کا ایک عمومی قاعدہ ہے۔ چنانچہ یہی بات حضورؐ کے بارے میں بھی قرآن میں وارد ہوئی ہے : "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا" (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۰۵) "اور (اے نبی) ہم نے نہیں بھیجا آپؐ کو مگر بشیر اور نذیر بنا کر"۔ ——— اسی طرح ہر نبی اپنی جگہ ہدایت و رہنمائی کا ایک روشن چراغ ہے، ہر نبی معلّم ہے، ہر نبی مُربّی اور مُزکّی ہے، ہر نبی داعی ہے، مبلّغ ہے، اور مُذکّر ہے، یہ ساری حیثیتیں جملہ انبیاء کرام میں مشترک ہیں۔
چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی یہ تمام حیثیتیں جمع ہیں اگرچہ ان میں سے ہر حیثیت کے اعتبار سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک امتیازی شان کے حامل ہیں بلکہ "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است!" تاہم یہ وہ مشترک اوصاف اور حیثیتیں ہیں جو تمام انبیاء و رسل کو حاصل تھیں۔ سورۃ الاحزاب کی یہ مشہور آیت سب کو یاد ہے "يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ "اے نبی ہم نے آپؐ کو بھیجا ہے۔ شاہد بنا کر (گواہ بنا کر)، مبشر بنا کر اور منذر بنا کر (یعنی سیدھی راہ اختیار کرنے والوں کے لیے بشارت دینے والا بنا کر اور فکری و عملی کجروی اختیار کرنے والوں کے لیے خبردار کرنے والا بنا کر) اور اللہ کی طرف بلانے والے اس کے حکم سے اور ہدایت کا ایک روشن چراغ بنا کر۔" یہ تمام حیثیتیں مشترک ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اور جملہ انبیاء و رسل میں۔
جہاں تک اِس بنیادی مقصدِ بعثت کا تعلق ہے اس کے ضمن میں قرآن حکیم کی سب سے جامع اصطلاح 'شہادت علی الناس' کی ہے۔ ہمارے اس منتخب نصاب میں سورۃ الحج کی آخری آیت کے درس میں 'شہادت علی الناس' کا موضوع

تفصیل سے زیرِ بحث آیا تھا۔ اور وہیں یہ توجہ بھی دلائی گئی تھی کہ یہ مضمون ایک عکسی ترتیب کے ساتھ سورۃ البقرہ میں بھی جُوں کا تُوں موجود ہے : " وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا " اِس آیۂ مبارکہ کے حوالے سے یہ بات بڑی وضاحت سے ہمارے سامنے آئی تھی کہ ختمِ نبوت و رسالت کے بعد 'شہادت علی الناس' کی ذمہ داری اب اُمّتِ مسلمہ کے کاندھے پر آ چکی ہے۔ اس کے لیے سعی و جہد' اس کے لیے ایثار و قربانی' اس کے لیے اوقات اور صلاحیتیں کھپانا اور مال و جان کا لگانا' درحقیقت جہاد فی سبیل اللہ کی غایتِ اولیٰ ہے۔ یہ مقصدِ اوّلین ہے جہاد فی سبیل اللہ کا! ——
اور جہاں تک تعلق ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقصدِ بعثت کی امتیازی اور تکمیلی شان کا' اُس کے اعتبار سے بھی ایک فرضِ منصبی اب تا قیامِ قیامت اُمّتِ مسلمہ کے کاندھے پر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی تکمیل اب ایک ذمّہ داری کے طور پر منتقل ہو چکی ہے آپؐ کے ماننے والوں پر۔ جو اپنے آپ کو نبی اکرمؐ کی شفاعت کا حقدار سمجھتے اور آپؐ سے اپنی نسبت پر فخر کرتے ہیں۔ یقیناً آپؐ کی اُمّت میں سے ہونا مسلمانوں کے لیے موجبِ صد افتخار ہے لیکن جہاں یہ بہت بڑی فضیلت کی بات ہے وہاں اتنی ہی بڑی ذمّے داری کا معاملہ بھی اس سے وابستہ ہے۔

ع "جن کے رتبے ہیں سِوا ان کی سِوا مشکل ہے"

اس پہلو سے سورۃ الصّف کی بڑی اہمیت ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصدِ بعثت کی امتیازی شان کیا ہے اور اس کے ضمن میں کیا عملی ذمّہ داریاں ہیں جو آپؐ کے ماننے والوں پر' آپؐ کی اُمت پر عائد ہوتی ہیں!

وَاٰخِرُ دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین!

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا • سُورۃ التحریم (القرآن) بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ

حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُحَاسَبُوْا (الحدیث) اپنا محاسبہ خود کرتے رہو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے

HOUSE OF QUALITY BEARINGS

KHALID TRADERS

IMPORTER, INDENTOR, STOCKIST, SUPPLIER, OF ALL KINDS OF BALL, ROLLER & TAPER BEARINGS

WE HAVE :
- BEARINGS FOR ALL INDUSTRIES & MARINE ENGINES.
- AUTOMOTIVE BEARINGS FOR CARS & TRUCKS.
- BEARINGS UNIT FOR ALL INDUSTRIAL USES.
- MINIATURE & MICRO BEARINGS FOR ELECTRICAL INSTRUMENTS.

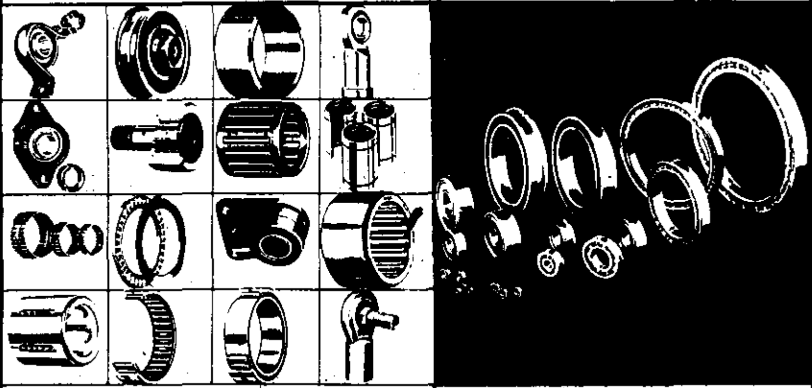

PRODUCTS

DISTRIBUTOR

ROD KBC EZO

EZO HIGH PRECISION

MINIATURE BEARINGS
EXTRA THIN TYPE BEARINGS
FLANGED BEARINGS
BORE DIA .1 mm TO 75 mm

STOCKIST

NACHI NSK SKF NTN

CONTACT : TEL. 732952 - 735883 - 730595
G.P.O BOX NO.1178.OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI - PAKISTAN
TELEX: 24824 TARIQPK. CABLE: DIMAND BALL.

مذاکرہ

جمہوریت کی تائید کیوں؟

ازقلم: حافظ عاکف سعید

یہ مضمون اواخرِ اگست میں رفقاءِ تنظیمِ اسلامی لاہور کے ایک مقامی اجتماع میں مذاکرے کے ایک پروگرام میں پڑھا گیا

رفقاء محترم' آج کے اس اجتماع میں جو موضوع مجھے دیا گیا ہے وہ ہے تنظیم اسلامی اور جمہوریت۔ اور اس موضوع سے مقصود جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں موجود اس اشکال کو دور کرنے کی کوشش کی جائے کہ تنظیم اسلامی ایک جانب تو خود کو ایک انقلابی تنظیم قرار دیتی ہے لیکن دوسری جانب جمہوریت کی انتہائی شدّ و مد کے ساتھ وکالت اِسی کے پلیٹ فارم سے ہوتی ہے۔ آخر ہم پاکستان کے لئے جمہوریت کو لازمی و ضروری کیوں قرار دیتے ہیں!!

اس ضمن میں سب سے پہلی بات تو یہ سمجھ لینے کی ہے کہ جمہوریت اسلام سے متصادم ہرگز نہیں ہے۔ بالخصوص "جمہوریت بمقابلہ اسلام" کا نعرہ محض کم علمی اور کوتاہ فہمی پر مبنی ہے!

دیکھئے' جمہوریت کی روح کیا ہے؟ کیا یہی نہیں کہ ایک خطۂ زمین میں رہنے والوں کو یہ حق ملنا چاہئے کہ اُس خطے کے اجتماعی معاملات اُن کے باہم مشورے اور اکثریت کی رائے کے مطابق طے ہوں۔ کوئی فردِ واحد سیاہ و سفید کا مالک نہ بن بیٹھے۔ ملک کی تقدیر کا مالک کوئی ایک ہی شخص نہ ہو بلکہ وہاں کے رہنے والوں کی رائے اور مرضی کو بھی وہاں کے معاملات میں دخل حاصل ہو ------ یہ ہے جمہوریت کی روح جو اسلام سے ہرگز متصادم نہیں ہے بلکہ "اَمۡرُھُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَھُمۡ" کے قرآنی حکم کے تقاضا سے بہت قریب ہے ------ ہاں مادر

پدر آزاد جمہوریت جس میں عوام یا عوامی نمائندوں کے اختیار پر کہیں کوئی حد بندی نہ ہو' قانون سازی کا کُل اختیار عوامی نمائندوں کو حاصل ہو' دین و شریعت کی بالادستی کا کہیں کوئی حوالہ نہ ہو' بلاشبہ دین سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ یہ درحقیقت مغرب کا تصورِ جمہوریت ہے۔ وہ چونکہ عیسائی دنیا ہے' وہاں شریعت و قانون کو مذہب کے دائرے سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ انجیل میں سرے سے شریعت ہے ہی نہیں' لہٰذا وہاں قانون سازی کا اختیار حاکمِ وقت کو ہوتا ہے۔ اگر کہیں بادشاہت کا نظام برقرار ہے تو بادشاہ کا قانون نافذ ہوگا' کہیں کوئی آمرِ مطلق مسلط ہے تو وہ اپنی مرضی کے قانون بنوائے گا اور اگر جمہور یعنی عوام کی حاکمیت ہوگی تو قانون سازی کا تمام اختیار عوام کو حاصل ہوگا۔۔۔۔۔۔ جبکہ ہم مسلمان چونکہ مدّعی ہیں کہ ہمارے پاس اللہ کی عطا کردہ شریعت موجود ہے' اور یہ کہ ہمارا دین ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے ہر معاملے میں ہمیں رہنمائی دیتا ہے لہٰذا ایک اسلامی ریاست میں لامحالہ شریعت کو بالادستی حاصل ہوگی۔ اگر ملوکیت اور بادشاہت کا دور ہے تو بادشاہِ وقت حدود و تعزیرات کے مکمل نظام کو نافذ کرنے کا پابند ہوگا اور اگر سلطانیٔ جمہور کا زمانہ ہے تو بھی یہ حد بندی برقرار رہے گی کہ قرآن و سنت سے متصادم کوئی قانون سازی کسی صورت نہیں کی جا سکے گی۔ لیکن قرآن و سنت کی معین کردہ حدود کے دائرے کے اندر اندر تمام اجتماعی معاملات قرآنی حکم "اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ" کے مطابق طے ہوں گے۔ ملکی نظم و نسق کو چلانے کے لئے عوام اپنی آزاد مرضی سے اپنے نمائندوں کا چناؤ کریں گے اور وہ عوامی نمائندے مل جل کر اجتماعی معاملات کو چلائیں گے۔ قانون و شریعت کی تنفیذ کا عمل بھی اسی Institution کے واسطے سے ہوگا۔

اس پس منظر میں آپ غور کریں تو صاف نظر آئے گا کہ جمہوریت اپنے مزاج کے اعتبار سے ہرگز متصادم نہیں' بلکہ اسلام کے عطا کردہ سیاسی نظام سے قریب ترین ہے۔ "اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ" کا تقاضا جتنا کچھ اس میں پورا ہو سکتا ہے' ملوکیت یا آمریت میں اس کا عُشرِ عشیر بھی ممکن نہیں!

دورِ خلافتِ راشدہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اُس دور میں جبکہ ہر طرف ملوکیت کا دور دورہ تھا اور دنیا جمہوری اقدار سے نا آشنا تھی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشرہ

تشکیل دیا اس میں جمہوری اقدار کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ آپؐ صراحتہً کسی کو اپنا نائب نامزد کئے بغیر اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ آپ کو اپنے صحابہ پر اعتماد تھا کہ وہ باہم مشورے سے اپنے میں سے کسی ایسے فرد کا بطورِ امیر انتخاب کر لیں گے جو منصبِ خلافت کے اہل ہوگا۔ دورِ خلافتِ راشدہ میں اگرچہ ملکی معاملات میں حتمی فیصلے کا اختیار خلیفتہ المسلمین کو ہوتا تھا لیکن خلیفہ کی رہنمائی کرنے والی اور اس کے فیصلوں پر تنقیدی نگاہ رکھنے والی ایک مجلسِ شوریٰ بھی وہاں موجود تھی۔ اس مجلس میں شریک افراد کی اصابتِ رائے اور فقاہت پر لوگوں کو اعتماد ہوتا تھا۔ اُن کی حیثیت گویا مسلم عوام کے نمائندوں کی ہوتی تھی اور ہر اہم معاملے میں امیر مشورے کے لئے ان سے رجوع کیا کرتا تھا۔ اُس دور میں جمہوریت کا اِس سے بہتر کوئی تصور ممکن نہ تھا!۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے اگرچہ اپنے مزاحیہ کلام میں جمہوریت پر طنز بھی کیا ہے اور خاص طور پر انتخابی سیاست کا جو انداز مغربی ممالک میں اختیار کیا جاتا ہے اُس کے مفاسد پر پھبتیاں چست کی ہیں کہ

الیکشن ممبری کرسی صدارت ، بنائے خوب آزادی نے پھندے
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

اور ان کا یہ شعر بھی بہت مشہور ہے ۔

گریز از طرزِ جمہوری غلامے پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکر انسانے نمی آید !

لیکن اپنے سنجیدہ کلام میں اور اپنے خطبات (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ) میں وہ جمہوریت کی افادیت اور جمہوری نظام کی ضرورت و اہمیت کو پوری طرح اجاگر کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ برملا اعلان کرتے ہیں کہ یہ دور "سلطانئ جمہور" کا دور ہے۔ اس میں کوئی اور نظام نہیں چل سکتا۔ وقت کے اِس تیز رفتار دھارے کے سامنے تمام قدیمی نظام ریت کی دیوار ثابت ہوں گے۔ حالانکہ اقبال کے وقت میں جمہوریت کو عملاً اِس درجے فروغ حاصل نہ ہوا تھا۔ وہ ایک مقبول نظریئے کے طور پر ضرور متعارف تھی لیکن بالفعل جمہوری نظام دنیا کے بہت ہی کم حصے پر رائج و نافذ ہوا تھا۔ تاہم اقبال کو 'روح عصر' کے پہچاننے میں

کوئی دیر نہیں لگی۔ وقت کے تقاضے اور تاریخ کے رخ کو انہوں نے اسی وقت بھانپ لیا تھا۔ بلکہ وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ جمہوریت اپنی روح کے اعتبار سے اسلام کے عطا کردہ سیاسی نظام سے بہت قریب ہے۔ چنانچہ اپنے خطبات میں انہوں نے اپنے اِس موقف کو وضاحت سے بیان کیا ہے کہ اسلامی دنیا کے لئے جمہوریت کوئی نئی شے نہیں ہے۔ مسلمانوں نے تو چودہ سو سال قبل جمہوری نظام کی جھلک دنیا کو دکھادی تھی۔

حاصلِ کلام یہ کہ جمہوریت اپنی اصل کے اعتبار سے اسلام کے ساتھ متصادم نہیں، ہم آہنگ ہے۔

اب ہم اس بحث کے دوسرے اور حساس تر گوشے کی طرف آتے ہیں کہ ایک جانب ہم انقلاب کی بات کرتے ہیں اور ایک اسلامی انقلابی جماعت کی تشکیل کے لئے کوشاں ہیں لیکن دوسری جانب جمہوریت اور جمہوری عمل کی اہمیت پر سب سے زیادہ تاکیدی انداز بھی ہماری ہی طرف سے اختیار کیا جاتا ہے۔ آخر کیوں؟

اس کے جواب میں یہ بات آپ نے بارہا امیر تنظیم سے سنی ہوگی کہ اس ملک کا استحکام اگرچہ اسلام اور حقیقی اسلامی انقلاب کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کی سالمیت اور اس کی بقا کا دارومدار جمہوریت پر ہے ـــــــ سادہ الفاظ میں اسے یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس ملک میں اسلام اگر اپنی صحیح روح کے ساتھ نہ آیا اور حقیقی معنوں میں اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا نفاذ اگر یہاں نہ ہوا تو یہ ملک نہ صرف یہ کہ ہمیشہ غیر مستحکم اور متزلزل رہے گا بلکہ اس کے لئے وجہِ جواز ہی باقی نہ رہے گا۔ اس کے داخلی استحکام اور اس کی دیرپا بقا کا معاملہ صرف اور صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن اگر یہاں جمہوریت نہیں ہوگی تو سرے سے ملک کا وجود ہی برقرار نہیں رہ سکے گا۔ اس ملک کے مزید حصے بخرے ہوتے دیر نہیں لگے گی۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔

یہ موقف محض ظن و قیاس کی بنیاد پر قائم نہیں کیا گیا بلکہ اِس کی پشت پر بڑے مضبوط دلائل موجود ہیں:

(۱) پہلی بات یہ کہ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ مبنی بر حقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہ ملک جمہوری عمل

(Democratic Process) کے ذریعے حاصل کیا گیا تھا۔ اسی بات کو امیر تنظیم اسلامی یوں بیان فرماتے ہیں کہ پاکستان کی ولادت جمہوری Process کے ذریعے ہوئی۔ گویا پاکستان کا باپ اگر اسلام کو قرار دیا جائے تو اس کی ماں جمہوریت قرار پائے گی۔ پاکستان کی آفرینش میں جمہوریت کا جو حصہ ہے اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا!

(۲) دوسرے یہ کہ یہاں کے مخصوص داخلی حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہاں جمہوری عمل بہرصورت جاری رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ امرِ واقعہ ہے کہ پاکستان میں کوئی ایک نسل یا ایک ہی زبان بولنے والے آباد نہیں ہیں اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستانی قوم بالفعل علاقے اور زبان کی بنیاد پر متعدد قومیتوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔

جب تک اِس ملک کے ہر علاقے کے لوگ یہ محسوس نہ کریں کہ کسی ایک ہی علاقے کے لوگ ملکی معاملات کے اجارہ دار نہیں ہیں بلکہ ملکی معاملات میں اُن کی رائے کو بھی دخل حاصل ہے، اُس وقت تک اِس ملک کی سالمیت شدید خطرے سے دوچار رہے گی۔ مختلف صوبوں اور علاقوں کے لوگوں کا یہ Sense of Participation اس ملک کی وحدت کے لئے ناگزیر ہے!

(۳) تیسرے یہ کہ وقت کا دھارا جس رخ بہہ رہا ہے اسے کسی صورت اب تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ نوعِ انسانی اپنے عہدِ طفولیت سے نکل کر پختگی اور بلوغت کے دور میں داخل ہو چکی ہے۔ اپنے سیاسی حقوق کا شعور مزدوروں اور کسانوں کی سطح تک بیدار ہو چکا ہے۔ اسے کسی طور دبانا اب ممکن نہ ہوگا۔ بقول اقبال سلطانیٔ جمہور کے زمانے کا آغاز ہو چکا ہے۔ اب چار و ناچار اسی رخ پر آگے بڑھنا ہوگا۔

گویا کسی بھی زاویۂ نگاہ سے جائزہ لے لیا جائے نتیجہ یہی نکلے گا کہ پاکستان کی بقا اور سالمیت جمہوریت کے ساتھ وابستہ ہے۔ مارشل لأ یا مطلق العنان آمریت اس ملک کے لئے سمِ قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور یہ وہ بات ہے جس کا اقرار نہ صرف تمام سیاست دان کرتے ہیں بلکہ ملک کے تمام ہوش مند لوگ بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ ہاں اگر کسی کی آنکھوں پر ذاتی مفادات کی پٹی بندھی ہو یا کسی ایک جماعت کی دشمنی میں کوئی ہوش و خرد سے عاری ہو چکا ہو تو اس کا معاملہ مختلف ہوگا۔ بصورتِ دیگر ہر باشعور پاکستانی یہ ماننے پر

مجبور ہے کہ پاکستان کی سالمیت کے لئے جمہوریت ناگزیر ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ایک انقلابی جماعت کے سربر آوردہ لوگوں کا ہاتھ اگر حالات کی نبض پر نہ ہو اور وہ 'روحِ عصر' اور وقت کے تقاضوں کا شعور نہ رکھتے ہوں تو ملک میں بسنے والے ہوش مند اور باشعور لوگ اس جماعت اور اس کے انقلابی پروگرام کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔ جیسے کہ ہمارے پڑھے لکھے طبقات میں یہ خیال عام ہے کہ دینی مدارس سے فراغت یافتہ لوگ جنہوں نے جدید علوم کا مطالعہ نہیں کیا' آج سے صدیوں پرانے دور میں رہ رہے ہیں۔ الاماشاء اللہ۔ یہی سوئے ظن اُن کا اِس انقلابی جماعت کے بارے میں بھی ہوگا۔ لیکن اگر معلوم ہو کہ اس جماعت کی قیادت کرنے والے وقت کے تقاضوں سے کماحقہٗ واقف اور اسلام کے حرکی تصور سے آگاہ ہیں تو وہ اس انقلابی جماعت اور اس کے پیغام پر کان دھرنے پر مجبور ہوں گے اور اگر صحیح انداز میں ان کے سامنے بات رکھی جائے تو وہ اِس دعوت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ انقلاب کے نقطۂ نگاہ سے یہ بات بہت اہم ہے۔ اس لئے کہ پڑھے لکھے طبقات جنہیں ہم Intellectuals کہتے ہیں درحقیقت معاشرے کی قیادت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ اُن کی سوچ کو بدلے بغیر اور انہیں قرآن کی تلوار سے گھائل کئے بغیر کوئی ہمہ گیر تبدیلی لانا بعید از قیاس ہے!۔

ہمارے لئے جمہوریت کی تائید کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ جس خطے میں ہم انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں اور جسے ایک مثالی اسلامی ریاست بنانے کے خواہش مند ہیں 'وہ خطہ اگر اپنی آزاد حیثیت کھو دے یا ٹکڑوں میں منقسم ہو کر عملاً کالعدم ہو جائے تو اسلامی انقلاب برپا کرنے کا موقع ہمیں حاصل نہیں رہے گا۔ وہ شاخ ہی باقی نہ رہے گی جس پر ہم آشیانہ تعمیر کرنے چلے ہیں ع۔

کہ برگ و خس بیاوردیم و شاخِ آشیاں گم شد

اس بات کو سمجھنے کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں کا معاملہ ذہن میں لائیے۔ وہ شدید خواہش رکھنے کے باوجود وہاں اسلامی نظام کے نفاذ کی تحریک نہیں چلا سکتے جبکہ ہمیں یہ سہولت حاصل ہے کہ ہم ایک آزاد مسلمان ریاست کے شہری ہیں اور اس میں اسلامی انقلاب کی تحریک برپا کرنے کا موقع ہمیں حاصل ہے ـــــــ چنانچہ اس خطہ زمین کا ہم پر

یہ حق ہے کہ ہم اس کے مستقبل اور اس کی سالمیت کے بارے میں غور و فکر کیا کریں اور اس کی بقا اور استحکام کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی سی سعی کریں!

ایک اور پہلو سے غور کیجئے! ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فوری اقدامات فرمائے ان میں یہودیوں کو معاہدوں میں جکڑ لینا بھی بہت اہم قدم تھا۔ غور کرنے سے آپ کے اِس اقدام کی یہ مصلحت سمجھ میں آتی ہے کہ ہجرت کے نتیجے میں جو خطۂ زمین مسلمانوں کو حاصل ہوا تھا اور جسے عالمی غلبۂ دین کے لئے اساس بننا تھا' درحقیقت اس کی حفاظت مقصود تھی۔ اندیشہ تھا کہ یہود مسلمانوں کو یہاں سے بے دخل کرنے کے لئے ہر ممکن سازش کریں گے۔اِس اعتبار سے ہر اس خطہ زمین کی حفاظت اور سالمیت کے لئے تدابیر اختیار کرنا جہاں دین حق کے غلبے کے لئے کام کا موقع حاصل ہو' نہ صرف یہ کہ بہت ضروری ہے بلکہ غلبۂ دین کی جدوجہد میں ایک جزوِ لازم کی حیثیت رکھتا ہے!۔

*****

قارئینِ کرام

آپ کا خریداری نمبر اور چندہ ختم ہونے کی تاریخ نام و پتہ کے لیبل پر درج ہوتی ہے جس کی وجہ سے فرداً فرداً یاددہانی کی اگرچہ ضرورت نہیں رہتی۔ تاہم مزید سہولت کے لیے بعض حضرات کو یاددہانی کے لیے ڈاک کے واپسی کارڈ بھی ارسال کیے جارہے ہیں جن کا ڈاک خرچ (اندرونِ ملک) ادارہ کے ذمہ ہے۔ ازراہِ کرم' چندہ ختم ہونے پر پرچہ جاری رکھنے کے بارے میں بروقت مطلع فرمایئے!
اگر آپ میثاق اور حکمت قرآن ' دونوں کے خریدار ہیں تو اِن کے لیے اکٹھی ادائیگی کیجئے۔ اس سے ادارے کو بھی سہولت ہوگی۔ شکریہ۔

من جانب: مینجر سرکولیشن

ضرورت رشتہ

اعلیٰ تعلیم یافتہ ، دین دار، معزز خاندان کی ہمہ صفت بیٹی کے لیے مخلص متقی اور موحّد گھرانے سے موزوں کنوارہ رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ فرمائیں۔

د م '
معرفت ماہنامہ "میثاق"
۳۶۔کے۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

آوازِ اخلاق

پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو

Adarts HTP 3/85

تعلیم و تعلّم قرآن کی ضرورت و اہمیّت

نوجوانوں کی ایک مقامی تنظیم کے زیر اہتمام منعقدہ اجتماع میں

امیر تنظیمِ اسلامی کے خطاب کا دُوسرا حصّہ

ترتیب و تسوید: محمد اسلم عبداللہ/ جاوید عبداللہ

آپ کی اس تنظیم میں لفظ جوان (Young) کے حوالے سے یہ چند باتیں میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی بہت خوش آئند قدم ہے کہ آپ نے اس تنظیم کے پہلے اجلاس کا عنوان 'محفلِ اقرأ' رکھا۔ کیونکہ قرآن مجید میں جو پہلا لفظ نازل ہوا وہ بھی 'اقرأ' ہے۔ اس وقت میں آپ کے سامنے قرآن مجید کی پہلی وحی کا اجمالاً ذکر کروں گا تاکہ آپ ان آیات کے مفہوم کو سمجھ لیں' جہاں سے آپ نے لفظ 'اقرأ' اخذ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل فرمائی وہ پانچ آیات پر مشتمل ہے۔ اس میں دو مرتبہ 'اقرأ' (پڑھیے!) کا حکم ہے۔ پہلی آیت میں فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا!"

اس آیت میں واردشدہ لفظ 'رب' کے دو مفہوم ہیں۔ ایک وہ جو مالک ہو' جیسے ربّ المال: مال والا اور ربّ الدار: گھر والا' گھر کا مالک۔ اور رب کے معنی پروردگار کے بھی ہیں۔ یعنی پرورش کرنے والا' پروان چڑھانے والا۔ اور ظاہر بات ہے کہ جو پرورش کرے گا وہ ضروریات بھی فراہم کرے گا۔ تو گویا اللہ تعالیٰ کی تین نسبتیں اس ایک آیت کے حوالے سے ہمارے سامنے آئیں:

۱۔ وہ ہمارا خالق ہے۔ ۲۔ وہ ہمارا مالک ہے۔

۳۔ اور صرف مالک ہی نہیں بلکہ اس کے ذمے جملہ ضروریات کی فراہمی بھی ہے۔ ان

ضروریات میں جسمانی ضروریات بھی ہیں جن کی فراہمی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کائنات میں سارا سازو سامان مہیا کردیا ہے۔ ہمارے ذمے صرف یہ کام لگایا گیا ہے کہ تلاش کرو، زمین میں ہل چلاؤ، فصلیں بوؤ، کاشت کرو۔ لیکن انسان کی ضروریات صرف مادی و جسمانی ہی نہیں ہیں۔ اس کے اندر عقل بھی ہے جس کی ضرورت ہے کہ اسے صحیح رخ پر ڈالا جائے اور صحیح علم، صحیح فکر و شعور عطا فرمایا جائے۔ پھر انسان میں روح بھی ہے کہ جس کی بالیدگی و ترفع کا سامان بھی فراہم ہونا چاہئے۔ تو یہ انسان کی سہ گونہ ضروریات ہیں۔ ہماری مادی ضروریات اللہ نے اس زمین میں رکھ دی ہیں۔ ہمارا جسم بھی اسی زمین سے بنا ہے کہ جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ

کہ ہم نے تمہیں اسی (مٹی) سے تخلیق کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے۔

اور یہی ہماری سائنس بھی کہتی ہے کہ اسی قشرِ ارض (Crust Of The Earth) سے یہ سارا سلسلۂ نباتات و حیوانات ارتقاء کے عمل کے ذریعے سے وجود میں آیا۔ جہاں تک عقل اور روح کا تعلق ہے، ان کی ضروریات کا سامان زمین سے نہیں آتا۔ ان کی ضرورت ہدایت و رہنمائی ہے! کیونکہ ہماری روح بھی آسمانی ہے، لہٰذا اس کی ہدایت و راہنمائی کا سامان اور اس کی غذا اللہ نے آسمان سے الہامی کتابوں کی صورت میں نازل فرمائی ہے۔ اس کا نقطۂ عروج اور اس کے ارتقاء کی آخری منزل قرآن مجید ہے۔

اس قرآن حکیم کے نزول کا آغاز ان الفاظ سے ہوا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ○

"پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا!"

اسی میں درحقیقت ہمارے لئے آداب بھی ہیں کہ مسلمان ہر اچھے کام کی ابتداء "بسم اللہ" سے کرے۔ اگرچہ ہمارے ہاں تو یہ روایت عام ہو گئی ہے کہ شراب خانوں، سودی اداروں اور سینما ہالوں کا افتتاح بھی تلاوتِ قرآن حکیم سے ہوتا ہے جو بالکل انمل بے جوڑ سی بات ہے البتہ اللہ تعالیٰ جس نیک اور جائز کام کی توفیق دے اس کا آغاز آپ اللہ کے نام سے کریں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

ساتھ ہی یہ فرمایا گیا کہ ذرا غور کرو کہ اللہ کی خلاقی کا کیا عالم ہے، اس نے اس انسان کو جمے ہوئے

خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے ـــ وہ انسان جسے صوفیاء نے 'عالمِ اصغر' کہا ہے' کیونکہ پوری کائنات اس میں منعکس ہے۔ پوری کائنات میں جو کچھ ہے وہ بالقوہ (Potentially) انسان کے اندر رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں سورہ صٓ میں فرمایا: خَلَقْتُ بِيَدَيَّ۔ کہ اسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی خلّاقی کا جو سب سے بڑا مظہر اس کائنات میں پیدا فرمایا وہ انسان ہی ہے۔ اسی لئے یہ مسجودِ ملائک اور اشرف المخلوقات ہے۔ خود خالقِ کائنات نے اس کی تکریم کی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ○

"اور ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو اور سواری دی ان کو خشکی اور تری میں اور رزق دیا ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں میں سے اور جتنی مخلوقات ہم نے پیدا کی ہیں ان میں سے اکثر پر انہیں برتری دی ہے!"

تو قرآن مجید میں انسان کی یہ شان بیان ہوئی ہے۔ لیکن ذرا یہ بھی سوچئے کہ ہم نے انسان کے نام کو کس طرح بدنام کر دیا ہے کہ ؏ آدمی کو بھی میسّر نہیں ہے انساں ہونا!

یہ ہم جو اچھے بھلے لباس پہنے ہوئے ہیں' انسانوں کی طرح دو ٹانگوں پر چلتے ہیں' حقیقت میں ہم سب انسان نہیں ہیں' بلکہ ہم میں سے اکثر پر حیوانیت کا غلبہ ہے۔ ہماری انسانیت سوئی ہوئی ہے یا وہ کہیں ہمارے اندر دفن ہو گئی ہے۔ مولانا احمد علیؒ لاہوری کے ساتھ ان کی جوانی میں ایک واقعہ پیش آیا تھا جو وہ سنایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ لاہور کے ڈبّی بازار سے گزر رہے تھے تو بازار ہی میں انہیں ایک درویش ملے اور ان سے کہنے لگے: "بیٹا' مجھے کسی انسان سے ملنا ہے' مجھے ذرا کسی انسان کا پتہ بتاؤ"۔ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ میرا جوانی کا دور تھا۔ میں نے مذاق کے لہجے میں کہا: "بابا جی یہ سارا بازار انسانوں سے بھرا پڑا ہے۔ آپ کو کوئی انسان نظر نہیں آتا؟"۔ اس پر اُس درویش نے کہا: "کہاں ہیں انسان؟ مجھے تو نظر نہیں آ رہے!" مولانا لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ اُس وقت ایک کیفیت مجھ پر بھی ایسی طاری ہو گئی کہ میں نے جو دیکھا تو مجھے نظر آیا کہ بازار میں کوئی بندر ہے' کوئی سؤر ہے' کوئی بھیڑیا ہے۔ کوئی انسان واقعتہً نظر نہیں آ رہا تھا۔

اگر ہم غور کریں تو ہمارا اپنا حال یہی ہے کہ ہم میں سے کسی پر شہوت کا اتنا غلبہ ہے کہ وہ

حقیقت کے اعتبار سے خنزیر ہے۔ اسی طور سے جن لوگوں کے اندر نقالی اور حرص کا غلبہ ہے تو وہ بندر ہیں' انسان نہیں۔ کسی میں اگر انتقامی جذبہ زیادہ شدید ہے تو وہ اونٹ ہے' اس لئے کہ اونٹ اپنے کینے کی وجہ سے مشہور ہے۔ بھیڑئے کی خونخواری مشہور ہے۔ تو اگر اس طرح کے اوصاف انسانوں میں آ گئے ہوں تو وہ انسان کہاں رہے ؟۔ مولانا روم اپنے ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں: " انسانم آرزوست!" انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ دن کے وقت چراغ لئے ہوئے گھوم رہا ہے۔ انہوں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ میں کسی انسان کی تلاش میں ہوں ۔۔۔ " انسانم آرزوست!"

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں انسان بننے کی توفیق دے۔ وہ انسان جو اشرف المخلوقات اور مسجودِ ملائک ہے۔ ورنہ دنیا میں کثیر تعداد تو انہی لوگوں کی ہے جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا

کہ ان کے دل ہیں لیکن تفقّہ سے خالی ہیں' حقیقت شناس نہیں ہیں۔ وہ آنکھیں رکھتے ہیں لیکن ان سے حقیقت کو نہیں دیکھتے۔ ان کے کان موجود ہیں لیکن حقیقی سماعت سے محروم ہیں۔ آنکھیں اور کان تو جانوروں کے بھی ہوتے ہیں۔ ایک کتّا بھی سڑک پار کر رہا ہو تو دیکھ بھال کر کرتا ہے۔ جان ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے۔ ایک انسان بھی اگر اتنا ہی دیکھے تو پھر اس میں اور کتے میں کیا فرق ہے ؟۔ انسان کا دیکھنا تو کچھ اور ہے کہ ۔

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا ؟

تو انسان کو حقائق کو دیکھنا چاہئے۔ اگر حقیقت کو نہیں دیکھ رہے تو حیوانوں کا سا دیکھنا دیکھ رہے ہیں۔ حقیقت کی بات نہیں سن رہے تو حیوانوں کا سا سننا سن رہے ہیں۔ ان کے بارے میں قرآن کہتا ہے: أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ

کہ یہ تو چوپایوں کی مانند ہیں' بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔

چوپائے تو بنائے ہی گئے ہیں اس مقام پر۔ انسانوں کو بنایا گیا ہے اعلیٰ ترین مقام پر' لیکن وہ گر کر اس پستی میں آ گئے ہیں۔ از روئے الفاظ قرآنی:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝

تو ظاہر بات ہے کہ ایسے انسان حیوانات سے بھی گھٹیا ہیں۔

انسان کو حقیقی معنوں میں انسان بننے کے لئے جو چیز ضروری ہے وہ ہدایت ہے' وہ اس کی روح کی غذا ہے۔ اور یہ ہدایت اور روح کی غذا نازل ہوئی ہے ان الفاظ میں "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○"۔ تو اللہ تعالیٰ کی خلّاقی کا تصور کیجئے کہ اس نے انسان کو ایک جمے ہوئے لوتھڑے (علق) سے بنایا۔

یہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر ذرا اس بات پر بھی غور کیجئے کہ ہم میں سے ہر ایک کا وجود ایک گندے پانی کی بوند سے ہے۔ اسی سے انبیاء و رسل اور اولیاء اللہ کی تخلیق ہوئی۔ افلاطون' سقراط و بقراط اور اسکندر و چنگیز اسی سے پیدا ہوئے۔ تمام انسانوں کا نقطۂ آغاز تو یہی ہے نا۔ اب ذرا سوچو کہ جس کی صفتِ خلّاقی کا یہ عالم ہے' اس کی صفت ہدایت کتنی عظیم ہوگی۔ وہ جب علم سکھائے گا تو وہ کتنا عظیم ہوگا۔ اُس کے دیئے ہوئے علمِ حقیقت کی قدر کو پہچانو۔ وہ علم ہے اے محمدؐ جو اب آپ پر نازل ہونا شروع ہو رہا ہے:

اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○

"پڑھئے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے"۔

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○

"جس نے انسان کو قلم کے ذریعے تعلیم دی"۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○

"انسان کو وہ کچھ سکھایا جو اُس کے علم میں نہیں تھا"۔

یہی بات دوسرے پارے میں حضورؐ کی شان میں اس طرح وارد ہوئی ہے:

کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ

"اسی طرح ہم نے بھیجا تم میں اپنا رسول' تم ہی میں سے"۔

یعنی اے لوگو! ذرا ہمارے فضل و کرم کا احساس کرو کہ ہم نے تمھی میں سے اپنا رسول تمہاری طرف بھیجا ہے۔ اے قریش کے قبیلے والو' تمہارا ہی ایک بھائی ہے جس کو ہم نے رسالت سے سرفراز فرمایا۔ اے عرب کے رہنے والو' تم ہی میں سے ایک فرد کو ہم نے چُنا ہے اور یہ عظمت عطا فرمادی ہے۔ اے انسانو' تم ہی میں سے ایک شخصیت کو ہم نے یہ مقام عطا فرمایا ہے۔ "یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا" جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سنا رہا ہے" وَیُزَکِّیْکُمْ ——— "اور تمہارا تزکیہ کر رہا ہے" وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ "اور

تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے " وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○ ــ "اور تمہیں وہ کچھ سکھا رہا ہے جو تم جانتے نہیں تھے"۔ تو عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ، اور وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○ میں اس مشابہت کی وجہ سے ادھر ذہن منتقل ہوا۔ تو یہ ہے میرے نزدیک "اِقرأ" کی اہمیت!۔ ایک اہم بات جو آج سمجھ کر اٹھئے وہ یہ ہے کہ قرآن اللہ کی رحمت کا عظیم ترین مظہر ہے۔ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی پر جو عظیم ترین احسان فرمایا وہ قرآن ہی کا نزول ہے۔

اللہ کرے کہ آپ کی یہ تنظیم مبارک ثابت ہو' اس اعتبار سے کہ اس نے اپنے پہلے افتتاحی اجلاس کے لئے یہ لفظ "اقرأ" بطور عنوان اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مناسبت سے یہ بات آپ کی تنظیم کے اہم مقاصد میں سے بنا دے کہ قرآن سیکھنا ہے' سکھانا ہے اسے پڑھنا ہے' پڑھانا ہے۔ اس سے اعلیٰ کوئی ہدایت نہیں اور اس سے اعلیٰ کوئی کام نہیں!

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنی صلاحیتوں کو بیدار کریں تو میں آپ کو سورۃ الرحمٰن کی پہلی چار آیات کے حوالے سے اور ایک حدیث کے حوالے سے یہ بات بتاؤں گا کہ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ بیان عطا فرمائی ہے تو اس کا مصرف کیا ہونا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیات ہر مسلمان کو یاد ہوں گی۔ قاری محمد عبد الباسط عبد الصمد کی سورۃ الرحمٰن کی قراءت ہمارے ہاں بہت مقبول ہوئی اور عوامی سطح پر اس کا خاصا ذوق و شوق پیدا ہوا ہے۔ سورۃ الرحمٰن کا آغاز ہوتا ہے:

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○

"رحمٰن نے قرآن سکھایا"۔

رحمٰن اللہ کا وہ نام ہے جس میں اُس کی شانِ رحمت ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند سامنے آتی ہے۔ اس میں ایک ہیجان ہے' ایک طوفانی کیفیت ہے۔ اصل میں 'فعلان' کا وزن عربی زبان میں کسی کیفیت کی شدّت کے اظہار کے لئے مستعمل ہے۔ اگر ایک عرب یہ کہنا چاہے کہ میں پیاس سے مرا جا رہا ہوں تو کہے گا: اَنَا عَطْشَانُ ــــــــ اسی طرح اَنَا جُوْعَانُ ــــــــ کا مطلب ہو گا کہ میں بھوک سے مرا جا رہا ہوں۔ 'غَضْبان' اسے کہیں گے جو بہت غضب ناک ہو۔ غصے کی وجہ سے آگ بگولہ ہو گیا ہو۔ 'رحمٰن' میں اللہ کی وہ شان ہے کہ گویا رحمتِ خداوندی ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند ہے۔ اُس رحمٰن سے مناسبت

ہے اس قرآن کی! اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ○ ــــــ رحمٰن کی رحمانیت کا مظہرِ اتم اور اس کی رحمت کا سب سے بڑا ظہور قرآن کی شکل میں ہوا۔ اس نے قرآن سکھایا۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ ــ "اس نے انسان کو بنایا"۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ "اسے بات کرنا سکھایا"۔

ان چار آیات میں چوٹی کی چار چیزیں بیان ہوئی ہیں۔ اللہ کے ناموں میں چوٹی کا نام 'رحمٰن' ہے۔ اس نے جو علم انسان کو دیا اس میں چوٹی کا علم 'قرآن کا علم' ہے۔ اگرچہ جو بھی علم ہمارے پاس ہے اللہ کا ہی عطا کردہ ہے۔ سائنس بھی اسی نے سکھائی ہے۔ یہ اس 'علم الاسماء' (The Knowledge Of Names) ہی کا ظہور تو ہو رہا ہے جو حضرت آدمؑ کو ودیعت کر دیا گیا تھا تو سارا علم اللہ نے عطا کیا لیکن اس میں چوٹی کا علم 'قرآن کا علم' ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ ــ "انسان کو بنایا"۔ سوال یہ ہے کہ جنوں' فرشتوں اور دوسری مخلوقات کو کس نے بنایا؟ دریا' پہاڑ' سورج' چاند اور ستارے کس نے بنائے؟ ان سب کو اللہ نے بنایا ہے۔ لیکن اللہ کی مخلوقات میں چوٹی کی مخلوق یہ 'انسان' ہے۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ ــــ "اس نے اس کو بیان سکھایا"۔ یہ قوتِ بیانیہ انسان کی استعدادات میں چوٹی کی صلاحیت ہے۔ اگرچہ اس کے پاس سماعت بھی ہے' بصارت بھی ہے لیکن آپ کو معلوم ہے کہ سماعت اور بصارت تو بعض حیوانات میں ہم سے زیادہ ہے۔ ذرا سی آہٹ پر گھوڑے کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ شکاری پرندے بڑی بلندی سے زمین پر پڑی ہوئی سوئی تک کو دیکھ لیتے ہیں۔ ایسے حیوانات بھی ہیں جو رات کو بھی دیکھتے ہیں۔ سونگھنے کی صلاحیت بھی حیوانات میں ہم سے بہت زیادہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے کتّا ہر چیز کے بارے میں سونگھ کر اندازہ کر لیتا ہے۔ جسمانی طاقت شیر اور ہاتھی میں ہم سے کہیں بڑھ کر ہے۔ تو یہ ساری استعدادات جو انسان کو دی گئی ہیں حیوانات میں بھی ہیں اور بعض حیوانات میں بعض پہلوؤں سے ہم سے کہیں زیادہ ہیں۔ لیکن انسانی صلاحیتوں میں یہ قوتِ بیان چوٹی کی صلاحیت ہے' جو صرف انسان کو عطا کی گئی ہے۔ اسی لئے اہلِ منطق انسان کو حیوانِ ناطق کہتے ہیں' یعنی وہ حیوان ہے جس کے اندر نطق و گویائی ہے' جو اپنے خیالات کو ظاہر کرتا ہے' انہیں Communicate کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی دماغ میں سب سے بڑا حصہ 'Speech Centre' ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان کی سب سے بڑی صلاحیت قوتِ بیان ہے۔

اب ذرا ان چاروں چیزوں کو باہم جوڑیئے! اللہ کے ناموں میں سے چوٹی کا نام 'رحمٰن'۔

جو چیزیں رحمٰن نے سکھائیں ان میں چوٹی کی چیز 'قرآن'۔ اس کی مخلوقات میں چوٹی کی مخلوق 'انسان'۔ انسان کو اس نے جو صلاحیتیں دیں اس میں چوٹی کی صلاحیت 'قوتِ بیان'۔ تو اس قوتِ بیان کا مصرف کیا ہونا چاہئے؟ قرآن کا بیان کرنا! آپ کو معلوم ہے کہ یہی قوتِ بیانیہ ہے جس کے بل بوتے پر اعلیٰ وکیل بہت بڑی بڑی فیسیں لیتے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے لیڈر اپنی قوتِ بیان ہی سے پوری پوری قوموں کے جذبات کو ابھار لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہٹلر ایک بڑا آتش بیان مقرر تھا۔ اُس نے اپنی قوم کے اندر اپنی تقریروں کے ذریعے سے آگ بھر دی تھی تو اگر کسی کے اندر یہ صلاحیت ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اس بات سے بچائے کہ وہ اس صلاحیت کا کوئی اور استعمال کرے۔ بلکہ اس کا مصرف یہ ہونا چاہئے کہ وہ قرآن کو بیان کرے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ

"تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔"

چنانچہ سب سے چوٹی کے لوگ وہ ہوں گے جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں، اسے پڑھیں اور پڑھائیں۔ قرآن کا علم حاصل کریں اور اس کو آگے پھیلائیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنی تنظیم میں کوئی اور کام نہ کریں لیکن آپ اپنے مقاصد میں اس کو سرِفہرست رکھئے کہ قرآن پڑھیں اور پڑھائیں! سمجھیں اور سمجھائیں! سیکھیں اور سکھائیں! چونکہ آپ نے اپنی پہلی محفل کے لئے "اقرأ" کا عنوان رکھا ہے اور اس حوالے سے میں نے آپ کے سامنے یہ حقائق رکھے ہیں، اس لئے آپ اپنے معمولات میں ایک ہفتہ وار درسِ قرآن کا اہتمام ضرور کریں!۔

پھر یہ کہ ہمارے ہاں بہت سے بالغ حضرات ایسے ہیں جو قرآن ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکتے اب انہیں شرم آئے گی کہ ہم کیسے کسی کے سامنے بیٹھ کر الف 'با' تا سے پڑھنا شروع کریں۔ تو میں ان کی دلجوئی کے لئے کہا کرتا ہوں کہ دیکھئے حضورؐ نے چالیس برس کی عمر میں قرآن پڑھنا شروع کیا تھا۔ اس لئے کہ جب آپؐ پر وحی نازل ہوئی تو آپؐ کی عمر چالیس برس تھی۔ اور جب پہلا حکم نازل ہوا "اقرأ" تو آپؐ نے فوراً یہ عرض کیا تھا: مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں!) تو پھر حضرت جبرئیل نے حضورؐ کو اپنی آغوش میں لے کر بھینچا۔ وہ واقعہ آپ نے سنا ہوگا۔ چنانچہ اگر ہم سے کوتاہی ہو گئی ہو، ہمارے والدین نے اس طرف توجہ نہ دی ہو یا ہمارے ماحول کی خرابی کے باعث ہماری تعلیم میں کمی رہ گئی ہو تو اس کی تلافی ضروری

ہے۔ اس ضمن میں میں خود اپنا ایک واقعہ بھی سنایا کرتا ہوں کہ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۵ء تک کراچی میں رہا۔ میرے چھوٹے بھائی جو اب پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ فلسفہ میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں' اس دوران لاہور سے بی۔ اے کرکے کراچی یونیورسٹی میں داخلے کے لئے وہاں آئے۔ ایک روز میں نے انہیں قرآن شریف پڑھتے سنا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ ٹھیک نہیں پڑھ رہے۔ وہاں ہمارے قریب ہی شکار پور کالونی میں مسجد تھی جو 'مسجد طیبہ' کہلاتی ہے۔ اس کے مؤذن اور خادم بہت ہی خوش الحان قاری تھے۔ چنانچہ میں نے برادرِ عزیز سے کہا کہ ان مؤذن صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرو اور نورانی قاعدے سے پڑھنا شروع کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق دی کہ اگرچہ وہ فلسفے میں بی اے (آنرز) کرکے آئے تھے' لیکن انہوں نے میرا حکم مانا اور مؤذن صاحب سے نورانی قاعدے سے پڑھنا شروع کیا۔ اس کے بعد قرآن مجید کے ساتھ ان کا شغف قائم رہا تو اس لئے کسی عمر میں بھی آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب ہم کیا کریں' بلکہ قرآن پڑھنا سیکھئے!۔

اس کے علاوہ عربی سیکھنے کا ارادہ کیجئے تاکہ قرآن تک آپ کی براہ راست رسائی ممکن ہو۔ اس کی میں سادہ سی مثال دیتا ہوں کہ غالب کا ایک شعر جب آپ سنیں گے تو جھوم جائیں گے لیکن اسی کا انگریزی میں ترجمہ کرکے پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اس میں تو کوئی خاص بات نہیں! مثال کے طور پر۔

"ابنِ مریم ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی"

کو انگریزی میں Translate کیجئے تو معلوم ہوگا کہ بڑی بے تکی سی بات ہے۔ ہر زبان کا ایک ادبی اسلوب ہوتا ہے جس کی چاشنی ترجمے میں باقی نہیں رہتی۔ ترجمے میں آپ کو قانون کا علم ہو جائے گا۔ معلوم ہوگیا کہ نماز فرض کی گئی' روزہ فرض کیا گیا۔ یہ علم ہوگیا کہ سود حرام ہے لیکن جو قرآن کا اندازِ نگارش ہے' اس کی ادبیت' اس کی فصاحت و بلاغت اور اُس کی چاشنی ہے جو اُس کے اعجاز کا سب سے بڑا پہلو ہے، اس تک آپ کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے اور اس میں جہاں اس کے علوم اور حکمتیں اعجاز کی شان کی حامل ہیں' وہاں بنیادی طور پر اصل اہمیت درحقیقت اُس کی فصاحت و بلاغت اور ادبیت کی ہے اور اسے آپ Translation کے ذریعے بالکل Communicate نہیں کرسکتے۔ اس کے لئے تو آپ کو اصل زبان کچھ نہ کچھ

سمجھنی ہوگی۔ چنانچہ عربی زبان سیکھئے! آپ نے انگریزی سیکھی ہے' حالانکہ انگریزی زبان کا ہماری مادری زبان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا Alphabet بالکل مختلف ہے لیکن انگریزی آپ نے سیکھ لی۔ اور ہمارے ہاں لوگوں نے ایسی ایسی انگریزی سیکھی کہ انگریزوں کو پڑھادیں۔ جبکہ عربی وہ زبان ہے جس کے حروف تہجی بھی وہی ہیں جو ہم استعمال کرتے ہیں۔ اور ہماری زبان کے ستر فیصد الفاظ عربی کے ہیں۔ کچھ تھوڑے سے الفاظ اس میں ہندی سے آئے ہیں ورنہ اکثر و بیشتر عربی اور فارسی کے الفاظ ہیں۔ اور خود فارسی میں پچاس فیصد سے زائد الفاظ عربی کے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جدید فارسی میں سے اب عربی الفاظ نکالے جارہے ہیں۔ چنانچہ عربی زبان کا سیکھنا ہمارے لئے اتنا مشکل نہیں ہے۔ آپ اپنی اس تنظیم کے تحت قرآن کی تجوید کے علاوہ عربی زبان کی گرائمر کی کلاسز کا اجراء کرسکتے ہیں۔ پھر یہ کہ درسِ قرآن کی ایک محفل کا آغاز کرسکتے ہیں۔ ہماری "انجمن خدام القرآن" ان تمام معاملات میں حتی الامکان آپ سے تعاون کرے گی۔

میری دعا ہے کہ اللہ کرے کہ آپ میں سے چند لوگ ایسے پیدا ہوجائیں جو حضورؐ کے اس قول کا مصداق بن جائیں کہ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں"۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر جن کا ذکر میری گفتگو کے پہلے حصے میں ہوا' انہوں نے مدینے میں جاکر یہی کام کیا۔ اہل مدینہ انہیں "اُلمقری" (قرآن پڑھانے والے) کہا کرتے تھے۔ ان کی زبان چونکہ عربی تھی' قرآن خود ان کی زبان میں نازل ہوا تھا' لہٰذا ان کا کام آسان تھا۔ ہمارے لئے اس میں تھوڑی سی دِقت ہے' لیکن جو کام جتنا مشکل ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب عطا ہوگا۔ تو ہمت کرکے عربی حروف کے مخارج درست کریں' تاکہ قرآن صحیح پڑھیں۔ عربی سیکھیں تاکہ قرآن سمجھ میں آئے!! اگر آپ اپنی تنظیم کے تحت درس قرآن کی ہفتہ وار مجلس رکھتے ہیں تو میں اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کی ذمہ داری لگادوں گا کہ وہ قرآن مجید کے اُس 'منتخب نصاب' کا درس شروع کردے جسے میں نے مرتب کیا ہے اور جس سے قرآن کی بنیادی ہدایت سامنے آجاتی ہے۔ تو اس سے میرا مدعا یہ ہے کہ آپ اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کیجئے اور ان صلاحیتوں کو دین کے رخ پر ڈالئے۔

ایک بات میں یہ بھی عرض کردوں کہ ان کاموں کو آپ صرف دینی کام سمجھ کر نہ کیجئے گا۔

بلکہ ہمارے لئے یہی قومی خدمت بھی ہے۔ اس لئے کہ ہمارے اس ملک اور وطن کی بنیاد سوائے دین کے اور کوئی نہیں۔ ہم نے دین کی بنیادیں مضبوط نہیں کیں تو ملک دولخت ہو گیا اور تاریخ کی عظیم ترین شکستوں میں سے ایک شکست کا داغ ہمارے ماتھے پر لگ گیا۔ سقوطِ ڈھاکہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ یہ بات دوسری ہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے 'نسیان' کی صورت میں ایک ' Safety Valve ' رکھا ہوا ہے۔ ورنہ تو آدمی کے لئے زندگی اجیرن ہو جائے اور آدمی خود اپنی یادداشت کے زوال کی دعا کرنے لگے ۔

یادِ ماضی عذاب ہے یارب   چھین لے مجھ سے حافظہ میرا !

اگر ہمیں وہ صدمہ یاد رہتا جو سقوطِ ڈھاکہ کے وقت ہوا تھا تو ہمارے لئے زندہ رہنا مشکل ہو جاتا۔ لیکن بہرحال یہ داغ کوئی معمولی داغ نہیں ۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

اسے کبھی کبھی تازہ کر لینا چاہئے۔ تو یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ہم نے اس ملک کو اسلام کی طرف عملاً نہیں بڑھایا اور یہی وجہ ہے کہ یہ باقی ماندہ ملک بھی آج شدید خطرات کی زد میں ہے۔ باہر کے خطرات سے قطع نظر میرے نزدیک اصل خطرہ اندر ہے۔ باہر کا خطرہ ہمیشہ اندرونی خطرات سے تقویت حاصل کرتا ہے۔ جب تک کہ اندر سے کوئی خرابی نہ ہو باہر کا دشمن کبھی آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ملک کے اندر عصبیتیں بڑھ رہی ہیں' قومیتوں کا تصور بڑھ رہا ہے۔ ایک ہی ملک کے مختلف صوبوں کے درمیان کہیں پانی کی تقسیم کا جھگڑا ہوتا ہے تو کہیں دوسرے وسائل کی تقسیم کا تنازعہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اگر وسائل میں کہیں کوئی کمی ہے تو ہمیں مل جل کر وہ کمی بانٹ لینی چاہئے۔ مسلمانوں کو تو غیر مسلموں کا دکھ درد بھی تقسیم کرنا چاہئے ۔ ہم اگر انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ایتھوپیا کے قحط زدگان کے لئے چاول اور گندم بھجوا سکتے ہیں تو اپنے ہم وطنوں کے لئے ایثار کیوں نہیں کر سکتے ؟۔

ہمارے اندر جس چیز کی شدید کمی ہے وہ اخوتِ باہمی کے جذبہ کی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ہم میں اخوتِ دینی اور اخوت اسلامی نہیں ہوگی تو عصبیتیں پروان چڑھیں گی۔ آپ کو معلوم ہے کہ خلا (Vacuum) تو کہیں نہیں رہتا۔ جہاں ہوا کا دباؤ کم ہوتا ہے' آندھیاں چلتی ہیں اور طوفان آتے ہیں۔ ہمارے ہاں چونکہ نظریاتی خلا واقع ہو گیا ہے' اسلام جو ہماری

اصل جڑ اور بنیاد تھا اس کو ہم نے مستحکم نہیں کیا' تو اس کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں اور خدانخواستہ اگر اس بچے کھچے پاکستان پر جسے ہم "What Remains Of Pakistan" کہا کرتے ہیں' کوئی مصیبت نازل ہوئی تو ہمارا حال ان بہاریوں سے بدتر ہو سکتا ہے جو بیچارے ابھی تک کیمپوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان میں کروڑ پتی بھی تھے۔ 'موتی جھیل اریا' میں ان کے اعلیٰ ترین بنگلے تھے۔ لیکن پھر اجڑ کر وہ کہاں پہنچے؟۔ اب آپ ان کو دو دو کمرے کے کوارٹر دے رہے ہیں تو اسے بڑا احسان سمجھ رہے ہیں۔ آپ رابطہ عالم اسلامی کے چندوں اور خیرات سے ان کے لئے بہاری کالونیز بنا رہے ہیں اور بڑی مشکل سے انہیں پاکستان میں جگہ دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ تو یہ خدانخواستہ ہمارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ ہم ان سے کم مجرم نہیں ہیں۔ یہ تو اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے کہ وہ کسی کو فوری سزا دیتا ہے اور کسی کو ڈھیل دے دیتا ہے۔

تو اب ہمارے لئے یہی راستہ ہے کہ اس ملک کی تقویت اور استحکام کے لئے بجائے مذہبی نعروں کے کوئی واقعی اور حقیقی کام کا آغاز کریں۔ اور اگر ہم دینِ اسلام کو اس کی اصلی اور حقیقی صورت میں یہاں قائم کریں تو یہ ہمارے اس ملک کے مستقبل کی ضمانت دے سکتا ہے۔ اس لئے جو کام میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں وہ درحقیقت ہماری قوم اور ہمارے ملک کے لئے استحکام کی واحد بنیاد ہے۔ لہٰذا آپ یہ کام کیجئے۔ اللہ آپ کی اس تنظیم کو آپ کے لئے مبارک کرے اور مفید بنائے۔ آپ ہر پہلو پر اپنے امداد باہمی کے کام اس کے ذریعے سے کر سکتے ہیں' ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹ سکتے ہیں' ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔

آپ نے ' ویلفیر ' کا لفظ بھی اپنی اس تنظیم کے نام میں شامل کیا ہے لیکن جان لیجئے کہ بحیثیتِ مسلم ہمارا تصوّرِ ویلفیر یہ ہے کہ اصل ویلفیر اور اصل بھلائی آخرت کی بھلائی ہے۔ دنیا کی ویلفیر عارضی ہے جو دو وقت کھاتا ہے اور اعلیٰ غذا کھاتا ہے اسے بھی مرنا ہے اور جو ایک وقت کھاتا ہے' روکھی سوکھی کھاتا ہے وہ بھی مرے گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی زندگی دو وقت مرغن غذا کھانے والے سے اچھی گزرے' جسے ذیابیطس اور بلڈ پریشر کے امراض لاحق ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اور پھر اس کے اوپر قدغنیں لگ جاتی ہیں کہ ناپ تول کر کھائیے۔ لیکن روکھی سوکھی کھانے والے کی جسمانی صحت تو برقرار رہتی ہے۔ لہٰذا میں پھر عرض کر رہا ہوں کہ اصل ویلفیر جو ہے وہ آخرت کی ویلفیر ہے' جہاں ہمیشہ کی زندگی ہے'

(باقی صفحہ ۸۰ پر)

رُودادِ سفر

امریکہ اور سعُودی عرب میں ۲۲ دِن

امیر تنظیم اسلامی کی ' اسنا ' کنونشن میں شرکت ' اور دَورۂ سعُودی عرب کی رُوداد

مرتّب : حافظ عاطف وحید

اس سال یعنی ۱۹۹۰ء میں محترم والد صاحب کا شمالی امریکہ کے سفر کا کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ ماہِ جون میں اسپین اور برطانیہ کے سفر کے باعث انہیں ایک مہینہ پاکستان سے باہر رہنا پڑا تھا اور اب مزید کسی بیرونی سفر کے لئے ان کی طبیعت قطعاً آمادہ نہ تھی ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا ——— چنانچہ "ISNA" یعنی اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ کے صدر جناب احمد زکی حماد نے اپنے ۱۹۹۰ء کے سالانہ کنونشن کے لئے والد صاحب سے بغیر پوچھے ان کا نام مہمان مقرروں کی فہرست میں شائع کر دیا (یاد رہے کہ پچھلے سال کے کنونشن میں والد صاحب نے پہلی مرتبہ ISNA کے پروگرام میں اتفاقاً شرکت کی تھی اور ایک مین سیشن سے خطاب بھی کیا تھا) ۔ جناب ڈاکٹر خورشید ملک صاحب کے استفسار پر انہوں نے بلا تکلف یہ کہا کہ میرا بھی IMA (اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن) کے اجلاس میں شرکت کے لئے سپین جانے کا ارادہ تھا اور مجھے یقین تھا کہ میں وہاں ڈاکٹر صاحب کو کنونشن میں شرکت کے لئے راضی کر لوں گا ' لہٰذا میں نے ان کا نام بھی فہرست میں شائع کر دیا ۔ دوسری طرف تنظیم اسلامی شمالی امریکہ کے رفقاء نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اس دورے کے حق میں زور دینا شروع کر دیا ۔ اس طرح والد صاحب کو ہاں کرتے ہی بنی اور تقریباً دو ہفتے کا امریکہ کا دورہ اور ایک ہفتہ کا سعودی عرب کا پروگرام طے پا گیا ۔ جناب محترم قمر سعید قریشی صاحب نائب امیر تنظیم بیرون پاکستان نے اس دورے کے لئے والد صاحب کی رفاقت کے لئے میرا نام تجویز کیا جو کسی قدر ردو قدح کے بعد منظور ہو گیا ۔

پروگرام کے مطابق ۷ ہر اگست کو صبح ہم کراچی کے لئے روانہ ہوئے ۔ رفقاءِ کراچی نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اسی روز شام کو ایک خطاب عام کا اہتمام کر لیا تھا ۔ چنانچہ بعد نمازِ مغرب حق

پرستوں کے مرکز عزیز آباد میں واقع ایک مینارہ مسجد میں والد صاحب نے تقریر کی۔ موقع کی مناسبت سے کراچی کی موجودہ صورت حال' اس صورت حال کے اسباب اور اصلاحِ احوال کے امکانات پر سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۱۲ کے حوالے سے روشنی ڈالی۔ سامعین کی ایک کثیر تعداد نے کراچی کے مسائل کے حل کی اس نئی approach کو استعجاب کے عالم میں سنا۔۸ ر کی صبح دو بجے ہماری نیویارک کے لئے فلائٹ تھی۔ دو گھنٹہ پہلے ہی ہم ایر پورٹ پہنچ گئے۔ لیکن یہاں پہنچ کر ایک عجیب صورت حال سے سابقہ پڑا۔ ٹکٹ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ والد صاحب کا ٹکٹ تو OK ہے لیکن میرا کنفرم نہیں ہے اور فلائٹ پر اس قدر رش ہے کہ مجھے سیٹ ملنے کی کوئی توقع نہیں۔ جناب زین العابدین صاحب نے بہت بھاگ دوڑ کی لیکن کامیابی نہ ہوئی' بالآخر والد صاحب نے فیصلہ سنادیا کہ اگر دونوں سیٹیں کنفرم نہ ہوئیں تو وہ سفر کے پروگرام کو ختم کر دیں گے۔ اس موقع پر زین العابدین صاحب نے اپنے روایتی عزم اور ہمت سے کام لیا اور والد صاحب کو آمادہ کر لیا کہ وہ تو فلائٹ مت چھوڑیں' میرے لئے انہوں نے کوشش کا وعدہ کیا کہ جتنی جلدی ممکن ہوا مجھے نیویارک کے لئے روانہ کر دیں گے۔ بالآخر اسی پریشانی میں والد صاحب نیویارک کے لئے روانہ ہوگئے۔ جبکہ مجھے جناب اسلم علوی صاحب کی خصوصی کوششوں سے اگلے دن یعنی ۹ ر اگست کو صبح ۵-۴۵ کی فلائٹ پر سیٹ ملی اور میں تقریباً ایک یوم تاخیر سے نیویارک پہنچا۔

نیویارک کے کنیڈی ایر پورٹ پر جناب الطاف احمد صاحب موجود تھے۔ ان سے تقریباً سات سال بعد ملاقات ہو رہی تھی۔ ان کے چہرے پر موجود بشاشت اور لہجے میں دو ٹوک انداز بالکل اسی طرح تھا جیسے کہ سات سال قبل پچھلی ملاقات میں میں نے پایا تھا۔ نیویارک کے Port Of Entry ہونے کی وجہ سے ہر بار امریکہ کے سفر میں آتے جاتے دونوں بار یہاں رکنا پڑتا ہے۔ پچھلے دس گیارہ برسوں میں والد صاحب کی تقریباً ہر سال امریکہ آمد کے موقع پر نیویارک میں اس دوہری میزبانی کو جناب الطاف صاحب نے نہایت عمدگی اور خندہ پیشانی سے سرانجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

رات تقریباً نو بجے ٹیلی وژن کے ایک چینل پر صدر صدام حسین کا تفصیلی انٹرویو نشر کیا گیا۔ انٹرویو لینے والے امریکی جرنلسٹ نے بہت سے ٹیڑھے سیدھے اور طیش دلانے والے سوالات صدام حسین سے پوچھے لیکن جس سکون و اطمینان سے اس نے ان کے جواب دیئے اور جس جرأت سے صدر بش کو مناظرے کا چیلنج دیا اس نے صدام کے بارے میں پائی جانے والی یہ رائے کہ یہ

کوئی جنونی اور بددماغ شخص ہے یکسر بدل کر رکھ دی۔ بعد میں ایک موقع پر الطاف صاحب اس کے انداز سے متاثر ہو کر کہنے لگے کہ وہ تو بہت جچی تلی ہوئی باتیں کر رہا تھا اور :

"He was not beating about the bush"

تو والد صاحب نے نہایت بے ساختہ جواب دیا کہ :

"He was beating Bush (Mr.) not about the bush"

اگلے دن یعنی ۳۰ر اگست کو شام کی فلائٹ سے ڈیٹن کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ اوہائیو اسٹیٹ کا شہر ہے۔ ڈیٹن کے چھوٹے سے ایر پورٹ پر ISNA کی طرف سے دو فلسطینی نوجوان عادل اور ہیثم استقبال کے لئے موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں سیدھا کونشن سنٹر سے متصل ہوٹل "سٹوفر" پہنچا دیا۔ یہ جگہ عین وسط شہر میں واقع ہے۔ ہوٹل کی نویں منزل میں ہمارے لئے کمرہ پہلے سے بک تھا۔ نویں اور دسویں منزل Club Flour کہلاتی ہیں۔ ان کی خاص بات یہ ہے کہ ان میں حفاظت کے خصوصی انتظامات ہیں۔ لفٹ بغیر Key Card استعمال کئے اس منزل پر نہیں رکتی۔ کونشن ہال اور ہوٹل کے درمیان صرف ایک مصروف سڑک گزرتی ہے' جسے بسہولت عبور کرنے کے لئے ایک فضائی سرنگ ہوٹل اور سینٹر کے درمیان بنائی گئی ہے۔ سینٹر میں داخل ہوتے ہی سامنے استقبالیہ بنایا گیا تھا۔ شرکاء کے نام کمپیوٹر کی مدد سے رجسٹر کرکے انہیں ایک خوبصورت شناخت نامہ دیا جاتا جسے کونشن میں شرکت کے دوران سینے پر نمایاں آویزاں کرنا ضروری تھا۔ استقبالیہ پر کئی عرب لڑکے اور سکارف میں ملفوف لڑکیاں مستعد موجود رہتے۔ کونشن سینٹر کوئی ایک ہال روم نہیں بلکہ بہت سے بڑے چھوٹے ہال رومز کا مجموعہ ہے۔ زمینی سطح پر تین بہت بڑے بڑے ہال رومز ہیں جن میں سے ایک کو Main Convention Hall کا نام دیا گیا تھا' یہاں تمام اہم مقررین کو خطاب کرنا تھا۔ اس سے متصل ایک دوسرے بڑے ہال میں طعام وغیرہ کا بندوبست تھا۔ کھانے کے لئے کوپن خریدنے پڑتے تھے جو کہ استقبالیہ پر فروخت ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک تیسرے بڑے ہال میں بازار لگایا گیا تھا۔ مختلف انجمنوں' تنظیموں ، اداروں اور گھرانوں نے سٹال لگائے ہوئے تھے۔ یہاں کتابوں' کیسٹوں' کپڑوں اور خوشبویات سے لے کر کھلونوں اور خوردونوش کی اشیاء تک ہر چیز دستیاب تھی۔ یہ بازار کسی بڑے مینا بازار سے کم نہیں تھا۔ یہیں ایک سٹال SSQ (انجمن خدام القرآن) کا بھی تھا جس پر پورے چار دن جناب فہیم چوہدری صاحب نے ڈیوٹی دی۔ سینٹر کی بالائی منزل میں مختلف کمروں میں خواتین' نوجوان اور بچوں کے لئے خصوصی

پروگرام ترتیب دیئے گئے تھے ۔ ان میں شرکاء کی تقسیم ان کی عمروں کے لحاظ سے تھی ۔ بالکل چھوٹے بچے یعنی پانچ چھ سال کی عمر تک ایک کمرے میں' پھر بارہ برس تک کی عمر کے دوسرے کمرے میں اور ٹین ایجرز تیسرے کمرے میں ۔ بچوں کے پروگراموں میں تذکیرو تانیث کی کوئی تخصیص نہیں تھی ۔ ایک کمرے میں خواتین کے خصوصی پروگرام تھے جس میں مختلف تعلیمی پروگراموں کے علاوہ فیشن شو بھی منعقد کیا گیا۔ منتظمین میں تقسیم کار بہت خوش اسلوبی سے کی گئی تھی ۔ اکثر کارکن واکی ٹاکی سے مسلح تھے ۔ یوں ان میں آپس میں رابطہ اور تعاون بہت عمدگی سے قائم تھا۔ چونکہ ہال بہت بڑا تھا اور دور بیٹھے سامع کو مقرر واضح نظر نہیں آسکتا تھا لہٰذا اسٹیج کے دائیں اور بائیں جانب دو بڑے بڑے پروجیکٹر کے پردے نصب کئے گئے تھے جن پر ٹی وی کیمروں کی مدد سے مقرر اور سٹیج کا منظر بہت بڑا اور واضح پیش کیا جا رہا تھا۔

میرے حقیقی چچا اور سسر جناب اقتدار احمد صاحب (مدیر ندا) بھی اتفاقاً نیم سیاحتی اور نیم کاروباری دورے پر اپنے منجھلے صاحبزادے کے ساتھ پہلے سے امریکہ میں موجود تھے۔ اس کنونشن میں شرکت کی غرض سے وہ ڈاکٹر خورشید ملک صاحب کے ہمراہ یہاں جمعہ کی رات کو پہنچ گئے ۔ ان کے ساتھ ہماری رفاقت کنونشن کے علاوہ قیام شکاگو کے دوران بھی رہی۔

کنونشن کا باقاعدہ آغاز نماز جمعہ سے قبل ISNA کے صدر شیخ احمد زکی حماد کے خطاب جمعہ سے ہوا۔ خطاب میں انہوں نے امتِ مسلمہ کے موجودہ مسائل' گلف کی صورت حال' شمالی امریکہ کے مسلمانوں کے کردار اور اس کنونشن کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی۔ اس وقت تک حاضرین کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہوئی تھی ۔ نماز کے بعد پہلا سیشن تھا۔ آج کی اکثر تقاریر ISNA سے متعلق تھیں یا کنونشن کی تفصیلات پر مشتمل تھیں ۔ والد صاحب کا خطاب ہفتہ کے دن شام عصر کے بعد کے مرکزی اجلاس (Main Session) میں ہوا۔ عنوان تھا "Living Islam as a Social Reality"۔ اپنے خیالات کو مربوط اور منضبط انداز میں پیش کرنے کے لئے انہوں نے مقالے کی صورت میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن مقالے کی عبارت چونکہ کچھ ثقیل تھی اور لوگ ذہناً مقالے کے لئے تیار نہیں تھے بلکہ خطاب سننے آئے تھے' پھر یہ کہ وقت کی محدودیت کے باعث مقالے کو کئی جگہ سے حذف بھی کرنا پڑا لہٰذا نہ تو والد صاحب اپنے خطاب سے مطمئن تھے اور نہ ہی سامعین کی طرف سے وہ تاثر ملا جو کہ عام طور پر ان کے خطابات کے بعد ملا کرتا

ہے۔ تاہم اس کی کا ازالہ اس طرح ہو گیا کہ تین دن فجر کی امامت اور اس کے بعد مختصر درس کے لئے پروگرام آرگنائزرز نے والد صاحب کو دعوت دی۔ انہوں نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور سورۃ الحجرات کی آیات ۱۴ اور ۱۵ کا درس پہلے دو دن اور پہلی دو آیات کی تفسیر تیسرے دن بیان کی۔ فہم قرآن کا یہ اسلوب عربوں کے لئے بالکل نیا تھا۔ انہوں نے خاص طور پر بہت دلچسپی سے اس پروگرام میں شرکت کی۔

کونشن کے دیگر اہم موضوعات میں چند یہ ہیں:

"Islamic Literature for Today and Tomorrow"

جس پر جناب یوسف طلال نے گفتگو کی'

"The Imapct of global change on Muslims"

اس پر جناب جمال بدوی اور جناب احمد زکی حماد نے اظہار خیال کیا'

"Islam - Misrepresented by Muslims"

اس موضوع پر جناب مزمل صدیقی اور جناب امتیاز احمد نے خطاب کیا'

"Sharing Islam through Social Action"

اس پر جناب سراج وہاج نے عمدہ گفتگو کی۔ اتوار کے روز رات ساڑھے نو سے گیارہ بجے کا سیشن بہت دلچسپ تھا۔ موضوع تھا "Muslim World Conflicts"۔ کشمیر' افغانستان' فلسطین اور کویت کے مسئلے پر کئی مقررین نے جوشیلی تقریریں کیں۔ خاص کر کویت پر عراقی قبضے اور اس کے بعد سعودی عرب سے تنازعہ کے بارے میں عربوں نے شدید رد عمل کا اظہار کیا۔ لیکن صورت حال اس وقت دلچسپ ہو گئی جب ایک اردنی نوجوان نے کھڑے ہو کر بولنے کے لئے وقت مانگا۔ اجازت ملنے پر اس نے جو تقریر کی تو مجمع کو سانپ سونگھ گیا۔ اس نے پہلے تو کویتیوں اور عرب رئیسوں کے کردار پر شدید تنقید کی۔ پھر نہایت جذباتی انداز میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آپ جو کویت پر عراق کے حملے کا رونا رو رہے ہیں' کیا آپ کو احساس ہے کہ اس وقت ارضِ مقدس کس طرح امریکیوں کے قدموں سے بے حرمت ہو رہی ہے! متحرک کلیساؤں اور سینیگا گز کی آمد سے آپ کب تک مسلمانوں کو بے خبر رکھیں گے...!! یہ نشست رات تقریباً ۱۲ بجے تک جاری رہی۔

۴ ستمبر کو صبح تقریباً نو بجے ڈاکٹر خورشید ملک صاحب کے ہمراہ بذریعہ کار شکاگو کے لئے روانہ ہوئے۔ تقریباً ۳۵۰ میل کا فاصلہ طے کر کے سوا چار بجے شکاگو کے مضافات میں ڈاکٹر ملک صاحب کی رہائش

گاہ پر پہنچے۔ یہاں شکاگو کے رفقاء کے ساتھ ایک میٹنگ سہ پہر تین بجے طے تھی لیکن ہمارے تاخیر سے پہنچنے کے باعث تقریباً ساڑھے چار شروع ہو سکی۔ رفقاء تین بجے سے انتظار میں بیٹھے تھے۔ یہ میٹنگ تقریباً ڈھائی گھنٹہ جاری رہی۔

اگلا ڈیڑھ دن شکاگو میں ہی بسر ہوا۔ رفقاء اور احباب کے ساتھ نشستوں کے علاوہ ایک عمومی نوعیت کا اجلاس ہوا جو کہ MCC میں ۵ ستمبر کو بعد نماز مغرب کھانے کے ساتھ منسلک تھا۔ اس پروگرام میں انڈین اور پاکستانی مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تقریر کا موضوع مسلمانوں کی پستی کے اسباب اور تجدید ایمان کی دعوت تھا۔ خطاب انگریزی میں ہوا۔ عشاء کے بعد سوال و جواب کا طویل سیشن ہوا جو رات تقریباً گیارہ بجے تک جاری رہا۔

۶ تاریخ کی سہ پہر دو بجے ہم اپنی اگلی منزل یعنی ڈیٹرائٹ پہنچے۔ یہ مشی گن اسٹیٹ کا شہر ہے اور شکاگو اور ٹورانٹو کے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ یہاں کا وقت شکاگو کے وقت سے ایک گھنٹہ پیچھے ہے۔ ایرپورٹ پر ڈاکٹر مظفرؔ اعوان موجود تھے۔ ذرا توقف کے بعد ڈاکٹر رفیع اللہ انصاری بھی جو کہ ڈیٹرائٹ کی تنظیم کے امیر ہیں پہنچ گئے۔ ان کے ہمراہ ہم ان کی رہائش گاہ پہنچے۔ یہیں ہمارا قیام طے تھا۔ مغرب کے بعد ڈیٹرائٹ کے رفقاءِ تنظیم ملاقات کی غرض سے پہنچ گئے۔ رات دیر تک ان کے ساتھ نشست رہی۔ زیادہ تر تنظیمی امور اور پاکستان کی سیاسی صورتحال بحث کا موضوع رہے۔ ڈیٹرائٹ میں ہمیں مزید اڑھائی دن قیام کرنا تھا۔ یہاں آمد کا اصل مقصد امریکہ اور کنڈا کی تنظیموں کا مشترک اجتماع کرنا تھا۔ چونکہ امریکہ میں ہمارے اکثر رفقاء شکاگو' ڈیٹرائٹ اور ٹورانٹو سے متعلق ہیں اس لئے ڈیٹرائٹ جو کہ شکاگو اور ٹورانٹو کے وسط میں واقع ہے' اس قسم کے اجتماع کے لئے موزوں ترین مقام تصور کیا جاتا ہے۔

تنظیم کا اجتماع دو دن بعد یعنی ۸ ستمبر کی شام سے شروع ہونا تھا۔ اس سے پہلے ڈیٹرائٹ کے رفقاء نے تین دعوتی قسم کے عمومی پروگرام رکھ لئے تھے۔ پہلا پروگرام خطاب جمعہ کا تھا جو کہ ٹرائے (Troy) کی جامع مسجد میں والد صاحب نے انگریزی زبان میں دیا۔ اور ایمان اور اسلام کے فرق کے حوالے سے ایمان کی حقیقت پر گفتگو کی۔ دوسرا خطاب بھی اسی دن اسی مسجد میں شام مغرب کے بعد تھا۔ اور اس میں خطاب جمعہ کے موضوع ہی کو آگے بڑھایا کہ حقیقی مومن کون ہیں...؟ بعد میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ تیسرا خطاب عام ایک خواتین کے اجتماع سے تھا جو کہ ۸ تاریخ کو دوپہر دو بجے ہوا۔ یہ خطاب تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔

تنظیم ٹورانٹو کے اکثر رفقاء سات ستمبر کی رات ہی کو ڈاکٹر عبد الفتاح صاحب کی قیادت میں یہاں پہنچ گئے تھے۔ آٹھ کی صبح ان کے ساتھ خصوصی نشست ہوئی اور اس طرح مشترکہ اجتماع سے پہلے شکاگو' ڈیٹرائٹ اور ٹورانٹو کے رفقاء کے ساتھ الگ الگ ملاقاتوں کا ایک راؤنڈ مکمل ہو گیا۔ اصل میں یہ ساری ایکسر سائز اس لئے کی گئی کہ اس سال سے شمالی امریکہ کے نظم میں اور لائحہ عمل میں بعض تبدیلیاں لانی مقصود تھیں (اس کی تفصیل قارئین اسی شمارے میں شامل والد صاحب کے اُس خطاب کی تلخیص میں ملاحظہ کر سکتے ہیں جو اس موقع پر وہاں انہوں نے ارشاد فرمایا تھا) جس کے لئے مختلف علاقوں کے رفقاء کی رائے علیحدہ علیحدہ معلوم کرنا ضروری تھا۔

نماز عصر کے بعد رفقاء ڈاکٹر انصاری صاحب کی رہائش گاہ پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ مغرب کی نماز کے بعد والد صاحب کا خطاب شروع ہوا۔ اس اجتماع میں تقریباً ۳۵ رفقاءِ تنظیم نے شرکت کی۔ رات تقریباً گیارہ بجے نشست برخاست ہوئی۔ اگلے دن یعنی ۹ ستمبر کو صبح ۹ بجے دوسری نشست کا آغاز ہوا۔ کل کے خطاب میں مختصر اضافے کے بعد اشوز (Issues) کو بحث کے لئے رفقاء کے سامنے رکھ دیا گیا۔ تقریباً تمام رفقاء نے بحث میں حصہ لیا۔ زیادہ تر بحث اگلے سال کے لئے شمالی امریکہ کی امارت' امانتوں کی شرح' تربیت گاہوں کے نظام اور تنظیم کی مرکزی مشاورت کے لئے یہاں سے رفقاء کی نمائندگی ایسے اہم معاملات پر ہوئی۔ دوپہر بارہ بجے تک اکثر معاملات کو فیصلہ تک پہنچا کر رفقاء تنظیم کا یہ اجتماعِ خصوصی اختتام پذیر ہوا۔

آج ہی شام ہمیں یہاں سے نیویارک کے لئے روانہ ہونا تھا۔ ڈاکٹر رفیع اللہ انصاری صاحب جن کے گھر پر یہ تمام نشستیں ہوئیں' ہمیں چھوڑنے ایر پورٹ آئے۔ ٹی ڈبلیو اے کے جہاز پر یہاں کے تیز اور آسان مواصلاتی نظام کا ایک نیا مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ ہر نشست کی پشت پر پیچھے بیٹھے ہوئے مسافر کے لئے ایک ٹیلی فون نصب تھا۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے ایک صاحب نے جیب سے اپنا کریڈٹ کارڈ نکال کر ایک جھری میں داخل کیا تو ریسیوران کے ہاتھ میں آگیا اور نمبر ڈائیل کر کے گفتگو شروع کر دی۔ اسی طرح کئی اور لوگوں نے بھی اپنے اپنے متعلقین سے جہاز میں بیٹھے بیٹھے حال احوال دریافت کر لئے۔

نیویارک کے ایر پورٹ پر ڈاکٹر منظور شیخ صاحب موجود تھے جو انجمن خدام القرآن کے تاسیسی رکن اور انجمن کے موجودہ ناظم انتخابات جناب ملک بشیر صاحب کے داماد ہیں۔ یہاں آج کل فزیشن کا کورس کرنے کے بعد ریزیڈنسی میں شدید مصروف ہیں۔ انہوں نے ہمارے اس قیام نیویارک کے لئے

خصوصی طور پر دو یوم کی چھٹی لے رکھی تھی۔ ان کے ساتھ ہم نیو جرسی اسٹیٹ کے ایک شہر ماؤنٹ ہولی کے لئے روانہ ہوئے۔ ماؤنٹ ہولی کا پروگرام جناب زکی الدین صاحب نے باصرار رکھوالیا تھا۔ والد صاحب نے گمان کیا کہ یہ جگہ شاید جرسی سٹی میں کہیں ہوگی جو کہ نیو ورک کے ایرپورٹ سے قریب ہی ہے' لہٰذا حامی بھرلی۔ لیکن ڈاکٹر منظور صاحب سے معلوم ہوا کہ وہ جگہ تو یہاں سے تقریباً ۴۰ میل ہے۔ کافی پریشانی ہوئی کیونکہ آج صبح کی طویل نشست کے بعد بغیر آرام کئے ہم وہاں سے چل پڑے تھے اس وجہ سے پہلے ہی والد صاحب شدید تکان محسوس کر رہے تھے۔ اب یہ ۴۰ میل کا فاصلہ بہت گراں گزر رہا تھا۔ لیکن چونکہ وعدہ کیا ہوا تھا لہٰذا مجبوری تھی۔ رات تقریباً ساڑھے سات بجے مقامِ مقصود پر پہنچے۔ یہاں پاکستانیوں کی بڑی تعداد جمع تھی۔ اس پورے دورے کی واحد اردو میں تقریر یہیں ہوئی۔ رات جب دوبارہ ۴۰ میل کا سفر کرکے ڈاکٹر منظور صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچے تو تھک کر چور ہو چکے تھے۔

اگلے دن یعنی ۱۰ تاریخ کو صبح کا کچھ وقت فارغ تھا تو ڈاکٹر منظور صاحب کے ساتھ مجسّمۂ آزادی دیکھنے کا پروگرام بن گیا۔ جرسی سٹی کی طرف سے فیری میں سوار ہوئے۔ ایلس آئی لینڈ راستے میں پڑتا تھا۔ یہاں ان لوگوں کی یاد میں ایک میوزیم بنایا گیا ہے جو سب سے پہلے یورپ وغیرہ سے ہجرت کرکے براعظم امریکہ میں آباد ہونے کی غرض سے پہنچے تھے۔ یہاں دیواروں پر ان کے نام کندہ ہیں اور سامان وغیرہ کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ یہاں سے دوسری فیری میں بیٹھ کر لبرٹی آئی لینڈ پہنچے۔ یہاں عظیم الشان مجسمۂ آزادی نصب ہے۔ امریکیوں نے "آزادی" کو اپنا سب سے بڑا علامتی نعرہ بنایا ہے اور واقعی یہاں کی فضا میں آزادی رچی بسی محسوس ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے مجسمہ آزادی ان کے لئے "معبود" کی حیثیت رکھتا ہے۔

نماز مغرب کے بعد فلشنگ میں ایک مسلم سنٹر میں خطاب تھا۔ اس چھوٹے سے مکان میں گنجائش سے زیادہ حاضرین جمع تھے۔ شرکاء میں غالب اکثریت اگرچہ پاکستانی اور انڈین مسلمانوں کی تھی لیکن چند عرب حاضرین کی وجہ سے انگریزی میں خطاب ہوا۔ یہ خطاب میرے اندازے کے مطابق پچھلی تمام تقریروں سے زیادہ جامع اور عمدہ تھا۔ خاص طور پر بعد میں سوال و جواب کا سیشن بہت مفید محسوس ہوا۔ تمام شرکاء اجتماع نے اس خطاب کی افادیت کو محسوس کیا۔

یہاں سے فارغ ہو کر شمیم صدیقی صاحب کے ہمراہ ان کے گھر پہنچے۔ صدیقی صاحب اور شمشیر علی بیگ صاحب جماعت اسلامی کے پرانے لوگوں میں سے ہیں لیکن اب جماعت کی پالیسی

وغیرہ سے کچھ غیر مطمئن ہو کر اپنے ذہن کے مطابق کام کو آگے بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ رات دیر تک ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ جناب الطاف احمد صاحب بھی موجود تھے۔ نشست برخاست ہوئی تو الطاف صاحب کے ہمراہ ان کے گھر پہنچے۔ واپسی تک اب ہمیں یہیں قیام کرنا تھا۔

اگلے دن صبح ہی م۔ نسیم صاحب ملاقات کے لئے تشریف لے آئے۔ کچھ دیر بعد حزب التحریر کے چند نوجوان بھی ملاقات کی غرض سے آگئے۔ یہ ایک بہت حد تک صحیح فکر رکھنے والی عربوں کی زیر قیادت ایک تحریک ہے جس کے اثرات بہت سے غیر عرب نوجوانوں میں بھی پھیل رہے ہیں۔ آج کا دن یعنی ۱۱ ستمبر امریکہ میں ہمارا آخری دن تھا۔ الطاف احمد صاحب ہمیں الوداع کہنے ایر پورٹ پر آئے اور ہم سعودی ایر لائنز سے جدہ کے لئے عازم سفر ہوئے۔

۱۲ کی شام کو عصر کے وقت ہم جدہ ایر پورٹ پر موجود تھے۔ جناب یحییٰ منشی صاحب 'اصغر حبیب صاحب اور فیض اللہ خان صاحب ایر پورٹ پر آئے ہوئے تھے۔ ہم سیدھے منشی صاحب کے گھر پہنچے جہاں ہمارا قیام طے تھا۔ ہمارے پاس ایک ہفتہ کا وزٹ ویزا تھا۔ عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے علاوہ رفقاء تنظیم سے ملاقاتوں کا ارادہ تھا۔ رات کو جدہ کے رفقاء و احباب منشی صاحب کے گھر پر جمع ہوگئے۔ کافی طویل نشست رہی۔ اگلے دن صبح کا کچھ وقت جدہ کا ساحل "کورنش" دیکھنے میں گزرا۔ ساحل کو سجانے اور بنانے میں بے بہا پیسہ استعمال کیا گیا ہے۔ کچھ دیر تک تو ہم محظوظ ہوئے لیکن عجیب و غریب شکلوں کے Monuments کا ایک طویل سلسلہ دیکھ کر شدید کوفت کا احساس شروع ہوگیا۔ لہٰذا جلد ہی واپس رخ موڑ لیا۔

مغرب کے بعد افتخار احمد صاحب کے ساتھ ان کی کار میں عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ملک فیض اللہ صاحب بھی ہمراہ تھے۔ چونکہ میرا یہ پہلا عمرہ تھا اس لئے اس طرح احرام کی حالت میں تلبیہ کہتے ہوئے اللہ کے گھر کی طرف جانا بہت عجیب محسوس ہو رہا تھا۔ خوف 'ندامت اور خوشی کے ملے جلے جذبات کو تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔

رات کو بیت اللہ کے نزدیک ہی جناب فاروق الحسن چشتی صاحب کے گھر پر قیام کیا۔ فجر کی نماز بھی مسجد حرام میں ادا کی۔ بعد ازاں مقامات حج کی زیارت کے لئے نکل گئے۔ جمعہ کی نماز پڑھنے اور خطبہ سننے کی سعادت مسجد حرام میں حاصل کی۔ جمعہ کے بعد طائف کے لئے روانہ ہوئے۔ جناب چشتی صاحب کی گاڑی میں ان کے ڈرائیور ہمیں طائف چھوڑ گئے۔ یہاں آمد کا مقصد طائف دیکھنے کے علاوہ جناب ڈاکٹر شجاعت برنی سے ملاقات بھی تھا۔ رات انہی کے ہاں قیام کیا۔ صبح ڈاکٹر برنی صاحب خود

ہمیں چھوڑنے مکہ آئے۔ جاتے ہوئے ہم نے "طریق السیل" اختیار کیا تھا جو کہ بالکل سیدھا اور معمولی سی متواتر چڑھائی والا راستہ ہے۔ واپسی پر ڈاکٹر صاحب ہمیں "طریق الجبل" سے لائے۔ یہ مری کے راستے کی طرح خم دار ہے اور کافی اترائی والا ہے۔ جدہ سے افتخار احمد صاحب ہمیں لینے مکہ آئے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ واپس جدہ پہنچے۔

جدہ کے رفقاء تنظیم نے آج مغرب کے بعد ایک عمومی نشست کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ ملک فیض اللہ صاحب کے گھر پر مختصر خطاب ہوا۔ بعد ازاں ایک تفصیلی نشست سوال و جواب کی ہوئی۔ کھانے کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ جدہ میں عمومی نوعیت کا یہ واحد اجتماع تھا۔ اگلے دن یعنی ۱۶ ستمبر کو والد صاحب علی الصبح بذریعہ ہوائی جہاز مدینہ کے لئے روانہ ہوگئے جبکہ میں اور ملک فیض اللہ صاحب کار پر عازم مدینہ ہوئے۔ ۴۲۰ میل کا راستہ تقریباً ساڑھے چار گھنٹہ میں طے ہوا۔ والد صاحب کے ساتھ پہلے سے طے ہوگیا تھا کہ مسجد نبوی سے قریب فندق المؤذن میں ملاقات ہوگی۔ انہوں نے ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی ایک کمرہ ہوٹل میں بک کروا رکھا تھا۔ نہادھو کر مسجد نبوی روانہ ہوئے۔ آج کل مسجد کی توسیع کا کام بہت سرعت سے جاری ہے۔ دن رات کام ہو رہا ہے۔ مسجد کو اس قدر وسیع کیا جا رہا ہے کہ پرانی مسجد تک پہنچنے میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔ ظہر کی نماز تک مسجد میں حاضری رہی۔ روضہ پر حاضری بھی نصیب ہوئی اور ریاض الجنۃ میں نماز پڑھنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یقیناً یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔

ظہر کے بعد والد صاحب کی ریاض روانگی تھی۔ ایرپورٹ پر انہیں الوداع کیا۔ ریاض میں تنظیم کی شاخ کافی فعّال ہے۔ وہاں عمومی نشستوں کے علاوہ تنظیم کے اجتماع بھی ہوئے لیکن مجھے چونکہ یہاں مدینے میں رات گزار کر واپس جدہ اور جدہ سے براہ راست لاہور چلے جانا تھا اس لئے ریاض اور الواسعہ کے پروگراموں میں شریک نہ ہو سکا۔ میں ۱۸ کی صبح ۳ بجے لاہور پہنچا جبکہ والد صاحب اپنا ریاض کا دورہ مکمل کرکے ۲۰ کی صبح ۷ بجے پہنچے۔ یوں ہمارا یہ بیرونی سفر جو شروع بھی علیحدہ علیحدہ ہوا عجیب اتفاق ہے کہ ختم بھی علیحدہ علیحدہ ہوا۔ □□

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ (الحدیث)

دنیا میں یوں رہو گویا تم پردیسی ہو یا کوئی راہ چلتا مسافر

رفتارِ کار

(۱)

کراچی میں رفقاء تنظیم کا ایک روزہ دعوتی پروگرام

یکسانیت زندگی کے کسی شعبے میں ہو اکتاہٹ کا باعث بنتی ہے۔ اس اکتاہٹ کو دور کرنے کے لئے مختلف قسم کے پروگرام ترتیب دینے پڑتے ہیں۔ شاید اسی بات کو محسوس کرتے ہوئے تنظیم اسلامی کراچی کے امیر محترم نسیم الدین صاحب نے یوم دفاع پاکستان کے موقع پر ہونے والی تعطیل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک تربیتی / تفریحی پروگرام کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔

۶ر ستمبر ۱۹۹۰ء کی صبح ساڑھے آٹھ بجے رفقاء و احباب جن کی کل تعداد ۶۸ تھی اور جن میں چند مستورات اور بچے بھی شامل تھے 'مسجد جامع الصفا شریف آباد میں جمع ہوئے ۔ جہاں سے پندرہ گاڑیوں پر مشتمل قافلہ کراچی سے ۳۵ کلومیٹر دور واقع حرمین کمپلکس کے لئے صبح پونے نو بجے روانہ ہوا جو سپرہائی وے پر دنبہ گوٹھ نامی مقام میں واقع ہے۔

اس سے پہلے کہ پروگرام کی تفصیلات کا تذکرہ کیا جائے بہتر ہو گا کہ حرمین کمپلکس میں واقع جامعہ حرمین الخیریہ کا مختصر تعارف قارئین سے کرا دیا جائے۔ یہ بنیادی طور پر حفظ قرآن کا مدرسہ ہے۔ نوے ایکڑ کی قطع اراضی پر محیط اس مدرسے میں چیکو کے باغات بھی شامل ہیں۔ اس مدرسہ میں کل ۱۲۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں جن میں تقریباً نصف غیر ملکی طلبہ ہیں' افغانی طلبہ کی تعداد چالیس کے قریب ہے۔

پروگرام کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ جناب واحد علی رضوی نے تلاوت کی اور ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد مدرسہ کے محترم استاد قاری سیف اللہ صاحب نے صبح پونے دس تا سوا گیارہ تجوید کے پروگرام میں حروف مدہ' لین اور غنہ پر تفصیلی گفتگو کی۔ مزید برآں قرآن کریم کی تلاوت' اس کے فہم اور اس پر عمل کے حوالے سے بھی مفید گفتگو فرمائی۔ سوا گیارہ تا ساڑھے گیارہ اُن دو حضرات نے اپنا مکمل تعارف کرایا جو حال ہی میں قرآن اکیڈمی لاہور سے ابتدائی دینی تعلیم کا ایک سالہ کورس مکمل کر کے آئے ہیں۔ نوجوان ساتھی عبید اللہ صاحب اور بزرگ ساتھی احمد علی خان نے کورس کی تکمیل کے دوران اپنے تاثرات سے بھی شرکاء کو آگاہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اگرچہ ایک سال کا عرصہ بہت ناکافی ہے لیکن اس عرصہ میں انہیں عربی گرائمر کے بنیادی اصولوں سے روشناس کرایا گیا اور عربی

زبان کی اتنی تعلیم دے دی گئی کہ اب وہ بغیر ترجمہ کی مدد کے قرآنی آیات کا مطلب سمجھ لینے پر بہت حد تک قادر ہیں۔ اس کورس کی تکمیل کرنے والے کراچی کے تیسرے نوجوان ساتھی جناب انصار احمد سے تعارف حاصل نہ ہو سکا کیونکہ وہ ان دنوں کراچی سے باہر ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام تعلیم و تعلّم قرآن کریم کا یہ سلسلہ ہمارے وطن میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے ایک اہم سنگ میل ثابت ہو گا۔ ان شاء اللہ۔

اس کے بعد نصف گھنٹے کا وقفہ ہوا جس کے دوران رفقاء نے ایک دوسرے سے ملاقاتیں کیں اور تعارف حاصل کیا۔ دوپہر ساڑھے گیارہ بجے سے ایک بجے تک تنظیم اسلامی کی اساسی دعوت' نصب العین' انقلاب نبوی کے چھ مراحل اور تنظیم اسلامی کے شائع کردہ اسلام کے انقلابی منشور کے حوالے سے تنظیمی لٹریچر سے اقتباسات پڑھ کر سنائے گئے۔ بعد ازاں رفقاء کو ایک سوالنامہ دیا گیا تاکہ مذکورہ بالا اقتباسات کے مطالعے کی روشنی میں جواب دے سکیں۔ اگرچہ پرچہ سخت نہ تھا لیکن جس طور سے پرچہ کی چیکنگ کی گئی اس میں سختی کا عنصر غالب تھا۔ سوالوں کے جواب میں لٹریچر میں درج شدہ الفاظ کی شرط عائد کر دی گئی تھی۔ جواب لٹریچر کے مطابق نہ ہونے کی صورت میں ایک منفی نمبر شمار کیا جاتا تھا۔ نتیجۃً صرف ۱۵ رفقاء نے Plus میں نمبر حاصل کئے بقیہ تمام رفقاء کا نتیجہ Minus میں رہا۔ اگر رفقاء کو چیکنگ کے اس طریق کار سے تفصیلاً آگاہ کر دیا جاتا اور تیاری کا مناسب وقت دیا جاتا تو نتیجہ یقیناً بہتر ہوتا۔

ایک بجکر پندرہ منٹ پر ظہر کی نماز ادا کی گئی اور ۲ بجے ہم کھانے کے لئے جمع ہوئے۔ اگرچہ کھانے کا انتظام پانچ چھ رفقاء نے خود رضاکارانہ طور پر کیا تھا لیکن اس میں خاصہ تکلف برتا گیا تھا۔

ڈھائی تا ساڑھے تین آرام کا وقفہ تھا جس میں رفقاء کی خاصی تعداد نے قیلولہ کیا۔ کچھ رفقاء کو پرچوں کی چیکنگ پر لگایا گیا اور کچھ رفقاء باغ کی سیر کے لئے نکل گئے۔

پونے چار تا ساڑھے چار بجے شام امیر تنظیم کراچی محترم نسیم الدین صاحب نے گفتگو کی اور رفقاء کو نظم کی اہمیت اور خصوصاً وقت کی پابندی کے سلسلے میں ان کی بعض کوتاہیوں کی طرف متوجہ کیا۔ مثلاً دوپہر کے آرام کے بعد رفقاء کو ساڑھے تین بجے جمع ہونا تھا لیکن رفقاء کے بروقت تیار نہ ہونے کے باعث پروگرام پندرہ منٹ تاخیر سے شروع ہو سکا تھا۔ اسی طرح اگرچہ یہ طے کر دیا گیا تھا کہ کھانے کے انتظام کے لئے چند مخصوص رفقاء کی ذمہ داری ہو گی لیکن چند دوسرے رفقاء بھی اپنے ساتھ کھانا لے آئے تھے۔ گو کہ یہ ان کی طرف سے خلوص کا مظاہرہ تھا لیکن حقیقتہً یہ نظم کے تقاضے کے خلاف تھا جس پر نسیم الدین صاحب نے بروقت گرفت فرمائی۔

سوا چار بجے نماز عصر ادا کی گئی اور اس کے بعد پانچ بجے تک چائے کا وقفہ کیا گیا۔ پانچ بجے سے سوا

پانچ بجے تک امیر تنظیم کراچی نے دن بھر کے پروگرام کا مختصر جائزہ لیا۔ دوران گفتگو ہفتہ واری رپورٹ کے بارے میں اُن مبتدی و ملتزم رفقاء کو یاددہانی کرائی گئی جنہیں اب تک رپورٹ سے مستثنٰی قرار نہیں دیا گیا تھا۔ آئندہ کے پروگراموں مثلاً توسیعی مشاورت کے پروگرام' مبتدی اور ملتزم رفقاء کی مشترکہ تربیت گاہ' ۷ ستمبر کے نشرمین ہال کے پروگرام کے بارے میں رفقاء کو تفصیلی اطلاعات دی گئیں۔ نشرمین ہال کے پروگرام کے حوالے سے اس میں رفقاء کی خواتین کی شرکت پر زور دیا گیا تاکہ خواتین کے نظم کی تشکیل کے معاملے میں پیش رفت ہو سکے۔ اسی طرح اعانت کی ادائیگی کے سلسلے میں رفقاء کی عدم دلچسپی کی طرف امیر محترم کی اُس گفتگو کے حوالے سے توجہ دلائی گئی جو انہوں نے اپنے گزشتہ دورۂ کراچی کے دوران رفقاء سے کی تھی۔ اس کے بعد ان رفقاء کو انعامات دیئے گئے جنہوں نے کوئز (Quiz) پروگرام میں اول' دوئم اور سوئم پوزیشن حاصل کی۔ اول انعام عبد الرحمٰن ہنگورہ صاحب نے' دوم انعام اصغر علی مجاہد اور شاہین نیازی صاحبان نے اور سوم انعام عارف سبحان صاحب نے حاصل کیا۔

آخر میں مدرسہ کی فٹ بال ٹیم کے ساتھ رفقاء کی ٹیم کا مقابلہ ہوا۔ اسلم علوی صاحب کی کپتانی میں ۱۵ رفقاء پر مشتمل ٹیم بنائی گئی۔ ریفری کے فرائض عبد الواحد عاصم صاحب نے انجام دیئے۔ مدرسہ کی ٹیم صفر کے مقابلے میں دو گول سے جیت گئی۔ اس پروگرام کے انعقاد کے سلسلے میں مدرسہ والوں سے رابطہ میں دو حضرات نے اہم رول ادا کیا۔ تنظیم کی طرف سے جناب عبد الواحد عاصم صاحب نے اور مدرسہ کی طرف سے ان کے بڑے بھائی صاحب نے رابطہ کے فرائض انجام دیئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ اظہار تشکر کے طور پر تنظیم اسلامی کی طرف سے مدرسہ کے استاد محترم سیف اللہ صاحب کو چائے کے وقفے کے دوران ایک تحفہ بھی دیا گیا جو انہوں نے شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے چند فارسی اشعار پڑھتے ہوئے قبول فرمالیا۔

اس پروگرام کے دوران نہ صرف یہ کہ رفقاء کو کئی مفید باتیں معلوم ہوئیں بلکہ انہیں ایک دوسرے سے قریب آنے کا موقع بھی ملا۔ سچی بات یہ ہے کہ رفقاء کرام کو' رحماء بینھم کی مثال بنانے میں اس قسم کے پروگرام ناگزیر ہیں۔

(مرتب : محمد سمیع)

وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا — سورۃ مریم

(۲)

پشاور میں تنظیمِ اسلامی کے زیرِ اہتمام
جلسۂ عام کا انعقاد

اللہ تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے تنظیم اسلامی پشاور کے رفقاء کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے اسکے دین متین کی انقلابی دعوت کے سلسلہ میں ایک جلسۂ عام کا اہتمام کیا۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہزاروں درود کہ ختم نبوت کے صدقہ میں دعوت و اقامتِ دین کا یہ عظیم کام امتِ مسلمہ کو عطا ہوا۔ ہم قلب کی انتہائی گہرائی سے باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اس عظیم کام کے لئے ہم جیسے نا اہل لوگوں کو چن لیا اور ہمیں یہ ہمت عطا فرمائی کہ اس کے دین کی اقامت کے لئے اس فساد کے دور میں آواز لگائیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ! اب جلسۂ عام کی روداد ملاحظہ ہو:

اس سال تنظیم اسلامی پاکستان کے سالانہ اجتماع کے موقع پر امیر محترم نے اپنے اختتامی خطاب میں سالِ رواں کو پیش قدمی کا سال (Launching Year) قرار دیا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ اب ہمیں تنظیم کے تحت مساجد اور ہالوں کے بجائے کھلے مقامات پر جلسہ ہائے عام کا انعقاد کرنا چاہئے۔ اس ارشاد کی تعمیل میں مرکزی مشاورت میں پورے پاکستان کے لئے جلسوں کے پروگرام طے کئے گئے۔ اس سلسلہ میں پشاور میں اواخرِ ستمبر میں جلسۂ عام منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ اواخرِ اگست میں ناظمِ تنظیم اسلامی حلقہ سرحد میجر (ریٹائرڈ) فتح محمد نے پشاور تنظیم کے رفقا اور مرکز کے مشورہ سے اس جلسہ عام کے لئے ستمبر کی ۲۵ تاریخ مقرر کی۔ جلسہ عام چوک فوارہ پشاور صدر میں ہونا طے پایا۔ اور اس میں ہونے والے امیرِ محترم کے خطابِ عام پر سوال و جواب کی نشست کے لئے ہشت نگری کی جامع مسجد میں ایک اجتماع کا فیصلہ بھی کیا گیا۔

جلسہ عام اور دیگر انتظامات کے لئے مختلف موقعوں پر رفقاء کے اجتماعات ہوئے' رفقا کی مختلف ڈیوٹیاں لگائی گئیں۔ صوبہ بھر سے منفرد رفقا کی متوقع آمد کے پیش نظر قیام و طعام کا

خصوصی بندوبست کیا گیا۔ حالیہ دعوتی دورۂ سوات (ملاحظہ ہو رفتارِ کار میثاق ستمبر ۹۰ء) کے نتیجہ میں بھی توقع تھی کہ باہر سے مہمان کافی تعداد میں آئیں گے ۔ قیام کے لئے بھائی وارث خان نے اپنے نئے تعمیر شدہ مکان میں تمام انتظام کیا۔ جلسہ عام کے لئے پوسٹر تیار کیا گیا۔ صوبہ سرحد میں رفقا اور دیگر احباب بشمول قارئینِ میثاق کو علاحدہ علاحدہ مضمون پر مشتمل خطوط ارسال کئے گئے ۔ ۲۰ ستمبر (یعنی جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات) کو اشتہارات لگانے کی مہم پورے زور و شور سے شروع کی گئی ' جبکہ اس سے قبل بھی رفقاء نے اپنے طور پر اشتہارات لگانے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا ۔ اشتہارات لگانے کا یہ سلسلہ جلسہ عام سے ایک رات قبل تک جاری رہا۔ ہینڈ بلز کی تقسیم بھی تشہیری مہم کا اہم حصہ تھا۔ علما اور خطبا کے نام خصوصی طور پر تیار کئے گئے خطوط ذاتی ملاقاتوں کے ذریعے ان کی خدمت میں پیش کئے گئے اور ان سے درخواست کی گئی کہ وہ اجتماعاتِ جمعہ میں جلسہ عام کے اعلان کریں۔ اخبارات میں جلسہ عام کی اطلاعات کی اشاعت کے لئے مقامی اخبارات سے رابطہ قائم کیا گیا۔ چنانچہ اس کی اطلاع وقفہ وقفہ سے اخبارات میں شائع ہوتی رہی ۔ اس کے ساتھ ساتھ انتظامات کی پیش رفت اور دیگر امور کا جائزہ بھی لیا جاتا رہا۔

۲۴ ستمبر بروز پیر صبح ۱۰ بجے امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب پشاور ائرپورٹ پر تشریف لائے ۔ امیر محترم کے استقبال کے لئے ناظمِ حلقہ سرحد میجر (ریٹائرڈ) فتح محمد صاحب اور امیر تنظیم اسلامی پشاور جناب اشفاق احمد میر صاحب موجود تھے ۔ امیرِ محترم نے جلسۂ عام کے انتظامات کے متعلق استفسار کیا اور طے شدہ پروگرام اور انتظامات کی تکمیل پر اطمینان کا اظہار کیا ۔ اسی روز عصر سے قبل ہی مرکز سے ڈاکٹر عبد الخالق (ناظمِ اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان) چودھری غلام محمد صاحب ' میاں محمد نعیم صاحب ' رحمت اللہ بٹر صاحب اور جاوید اختر صاحب تشریف لے آئے ۔

۲۴ ستمبر ہی کو پشاور یونیورسٹی ٹیچرز ایسوسی ایشن (PUTA) کی خصوصی دعوت پر امیرِ محترم کا ایک خطاب شیرپاؤ ہال میں بعد نمازِ عصر طے کیا گیا تھا۔ اس خطاب کے لئے جب جناب ڈاکٹر صاحب شیرپاؤ ہال میں تشریف لائے تو PUTA کے صدر پروفیسر ناصر علی صاحب نے ایسوسی ایشن کے دیگر عہدیداران کے ہمراہ ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا ' جبکہ PUTA کی جانب سے محترم قبلہ ایاز صاحب جو شعبہ اسلامیات میں پروفیسر ہیں، محترم

ڈاکٹر صاحب کو لینے کے لئے خود تشریف لے گئے تھے۔ تقریب کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔ تلاوتِ کلام پاک کی سعادت شعبہ صحافت کے پروفیسر نعیم گل صاحب نے حاصل کی۔ محترم قبلہ پروفیسر ایاز صاحب نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے ہوئے امیرِ محترم کا مختصر اور جامع تعارف کرایا اور پھر امیر محترم کو ٹیچرز ایسوسی ایشن کی جانب سے منتخب عنوان "Whither Pakistan" پر اظہارِ خیال کے لئے دعوت دی۔ امیر محترم نے یہ بات واضح فرمائی کہ پاکستان کا قیام صرف اور صرف اسلام کے نام پر عمل میں آیا اور اب اس کی بقاء بھی صرف اور صرف اسلام سے ہی وابستہ ہے۔ امیر محترم کا یہ خطاب نماز مغرب تک جاری رہا۔ نماز مغرب کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی' جس کے اختتام پر محترم قبلہ ایاز صاحب نے PUTA کے صدر اور تمام ارکان کی جانب سے محترم ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور سامعین کو خراج تحسین پیش کیا کہ انہوں نے نہایت انہماک اور دلچسپی سے امیر محترم کا خطاب سنا۔ تقریب کے اختتام پر مہمانوں کی مشروبات سے تواضع کی گئی۔

بعد نماز عشاء امیر محترم تنظیم اسلامی پشاور کے جواں سال رفیق شکیل احمد جن کا چند روز پیشتر اچانک انتقال ہو گیا تھا' کے گھر واقع دانش آباد گئے اور مرحوم کے سوگوار اہلِ خانہ سے تعزیت کی۔

منگل ۵ ۲؍ ستمبر کا سارا دن تنظیم اسلامی پشاور کے دفتر واقع خیبر بازار میں رفقاء اور مہمانوں کی آمد کی وجہ سے گہما گہمی رہی۔ رفقاء جلسہ عام سے متعلق مختلف امور کو آخری شکل دے رہے تھے اور ساتھ ساتھ مہمانوں کا استقبال اور ان کی تواضع بھی کر رہے تھے۔ مہمانوں کی آمد کا سلسلہ مغرب تک جاری رہا۔ جلسہ کے انتظامات کے پیش نظر اکثر رفقا نمازِ عصر کے بعد ہی چوک فوارہ پہنچ گئے تھے اور اپنی اپنی ذمہ داریوں کو خوبی سے انجام دینے کے لئے جوش و خروش سے کام کر رہے تھے۔ ذمہ دار حضرات ساتھی رفقاء کو ہدایات بھی دے رہے تھے۔ ٹریفک کی آمد و رفت اور رفقا کی خاموش سرگرمی نے ایک عجیب پر کیف سماں پیدا کر دیا تھا۔ نماز مغرب کے بعد تمام انتظامات کو حتمی شکل دے دی گئی۔ نماز عشاء سے فارغ ہوتے ہی سامعین جوق در جوق جلسہ گاہ پہنچ کر اپنی اپنی پسند کے مطابق کرسیوں پر بیٹھنا شروع ہو گئے۔ جلسہ کے باقاعدہ آغاز سے قبل ہی تمام نشستیں پر ہو چکی تھیں۔ جلسہ گاہ

کے تین اطراف میں سٹال لگائے گئے تھے جو کہ لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کر رہے تھے۔

جلسہ عام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم کے ساتھ ہوا۔ میجر (ریٹائرڈ) فتح محمد صاحب نے افتتاحی کلمات کے ساتھ ملک کے مشہور قاری عبد الحلیم صاحب کو تلاوت کلام پاک کی دعوت دی۔ تلاوت کے بعد میجر فتح محمد صاحب نے تنظیم اسلامی کا مختصراً تعارف کرایا اور پھر اسرہ شہر کے نقیب وارث خان صاحب کو دعوت دی کہ وہ سامعین کے سامنے فرائضِ دینی کے حوالے سے تنظیم اسلامی کی دعوت پیش کریں۔ تقریباً ۱۵ منٹ کے خطاب میں جناب وارث خان صاحب نے نہایت عمدگی کے ساتھ تنظیم اسلامی کی دعوت کا خلاصہ حاضرین کے سامنے رکھ دیا۔ دریں اثناء امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جلسہ گاہ میں تشریف لا چکے تھے۔ بھائی وارث خان نے اپنے خطاب کے اختتام پر ڈاکٹر عبد الخالق صاحب' میجر (ریٹائرڈ) فتح محمد صاحب اور اشفاق احمد میر صاحب کو سٹیج پر رونق افروز ہونے کی دعوت دی۔ اس کے بعد امیر محترم کو خطابِ عام کی دعوت دی گئی۔

امیر محترم نے خطبہ مسنونہ کے بعد اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہر پاکستانی مسلمان کو قیامِ پاکستان کے پس منظر کے حوالے سے ملک کے موجودہ حالات کا جائزہ لینا چاہئے۔ انہوں نے قیام پاکستان کے مقصد پر روشنی ڈالی اور ملک کی چوالیس سالہ تاریخ کے حوالے سے یہ بات بالکل واضح کر دی کہ مسلمانانِ پاکستان بحیثیتِ قوم اپنے اُس عہد کو پورا کرنے میں ناکام رہے ہیں جو کہ پاکستان کے قیام کے لئے وجہِ جواز بنا تھا۔ امیر محترم نے واضح طور پر دلائل سے یہ بات ذہن نشین کرائی کہ اب ہم کو اسلام کا وہ نعرہ کام نہیں دے گا جو کہ قیام پاکستان کے وقت لگایا گیا تھا۔ آج وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ اہلِ پاکستان انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک اسلام پر مکمل طور پر کاربند ہوں۔ اس کے علاوہ پاکستان کی بقا اور اس کے استحکام کی کوئی بنیاد ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا کو اسلام کی دعوت دیں اور اپنے ملک میں اسلام کو بطورِ نظام نافذ کریں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام محض ایک مذہب نہیں' بلکہ ایک مکمل نظامِ عدلِ اجتماعی ہے۔ انہوں نے اس نظامِ عدلِ اجتماعی کی وہ خوبیاں بیان کیں جن سے عہدِ خلافتِ راشدہ میں پوری دنیا فیض یاب ہوئی۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے نفاذِ اسلام کے لئے انقلابی طریقِ کار کو واحد ذریعہ قرار دیا اور انقلابِ اسلامی برپا کرنے کے لئے

صرف اور صرف طریقِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کو مشعلِ راہ بنانے پر زور دیا۔ اور دوسرے تمام طریقوں کو چھوڑ کر امتِ محمدیہ کو اسی راستے پر گامزن ہونے کی استدعا کی۔

محترم ڈاکٹر صاحب کا یہ خطاب ڈیڑھ گھنٹہ سے متجاوز تھا۔ جلسہ گاہ میں سامعین کی ایک خاصی بڑی تعداد کھڑے ہو کر خطاب سننے پر مجبور تھی کیونکہ کرسیوں کے علاوہ فرشی نشست کا وسیع انتظام بھی ناکافی ثابت ہو رہا تھا۔ سامعین نے یہ خطاب نہایت اطمینان سے سنا۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ جلسوں کے موجودہ چلن کے برعکس اس جلسہ پر نہ تو کوئی زرِ کثیر خرچ کیا گیا تھا اور نہ ہی کوئی خصوصی تفریحی لالچ دے کر لوگوں کو بسوں میں لایا گیا تھا۔ جلسے میں شریک تمام افراد اپنی مرضی اور خوشی سے امیر محترم کے خطاب کو سننے آئے تھے۔ آج کل کے جلسوں کے معیار کے اعتبار سے اگرچہ یہ ایک چھوٹا جلسہ تھا مگر تنظیم اسلامی پشاور کی توقعات سے کہیں بڑھ کر لوگوں نے اس میں شرکت کی۔ اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ جلسہ کا اختتام امیرِ محترم کی پرسوز دعا کے ساتھ ہوا۔ جلسہ کے اختتام پر شرکائے جلسہ کی سہولت کے لئے ٹرانسپورٹ کا بندوبست کیا گیا تھا۔ خاص طور پر یونیورسٹی کے طلباء اور شہر کے مضافاتی علاقوں سے آنے والے حضرات کے لئے الگ الگ بسیں فراہم کی گئی تھیں۔

اس جلسہ میں شرکت کے لئے صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں مثلاً سوات، بونیر، نوشہرہ، مردان، کوہاٹ، چارسدہ، چترال، ایبٹ آباد، باجوڑ، بٹ خیلہ، صوابی آباد اور ڈیرہ اسماعیل خان سے قریباً ۱۶ رفقا اور ۳۰ کے لگ بھگ دیگر احباب و قارئینِ میثاق تشریف لائے۔ راولپنڈی و اسلام آباد سے ۱۵ رفقا غلام مرتضیٰ اعوان صاحب کی سرکردگی میں تشریف لائے۔ اکثر مہمان اختتامِ جلسہ پر اپنے اپنے شہروں کو تشریف لے گئے مگر پھر بھی پشاور کی تنظیم کو باہر سے آنے والے ۲۰۔۲۵ مہمانوں کے شرفِ میزبانی کی سعادت حاصل ہوئی۔

۲۶ر ستمبر کو بعد نمازِ فجر امیر محترم مہمانوں کی اقامت گاہ پر تشریف لائے اور طے شدہ پروگرام کے مطابق بیرونی رفقاء و احباب اور پشاور کے رفقاء سے ملاقات کی۔ سوال و جواب کی مختصر نشست کے بعد پانچ احباب نے امیر تنظیم اسلامی کے ہاتھ پر سمع و طاعت فی المعروف کی بیعت کی۔ ناشتہ کے بعد یہ نشست برخاست ہوئی۔ یونیورسٹی کے طلباء نے امیر محترم سے

علاحدہ وقت مانگا' چنانچہ طلباءکے ساتھ سوال و جواب کی نشست نمازِ عشاءکے بعد طے پائی۔

نماز مغرب کے وقت امیر محترم میجر (ریٹائرڈ) فتح محمد صاحب اور اشفاق احمد میر صاحب کی معیّت میں جامع مسجد ہشت نگری تشریف لائے۔ مسجد پہلے ہی سے نمازیوں سے بھری ہوئی تھی اور نماز مغرب کے بعد سے لے کر نمازِ عشاء تک مسجد میں لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا' جس کی وجہ سے مسجد کے برآمدے اور صحن میں نشست کی کوئی جگہ مشکل سے ہی باقی رہ گئی تھی اور اب لوگ مسجد کی دیواروں پر بیٹھنے لگے تھے۔ نماز مغرب کے بعد مولانا فضل حق صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں پشتو میں بات شروع کی اور فرمایا کہ میں ڈاکٹر اسرار احمد کو مہمان تصور نہیں کرتا کیونکہ یہ مسجد ان کے مشن کے لئے ہر وقت حاضر ہے اور ڈاکٹر صاحب کی آمد پر اپنی دلی خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد سوال و جواب کی نشست کا آغاز ہوا جو کہ عشا کی نماز سے ۵ منٹ قبل تک جاری رہی۔ یہ ایک بھرپور نشست تھی جس میں لوگوں نے بڑی دلچسپی سے سوالات پوچھے۔ اکثر سوالات تنظیم اسلامی اور ملکی حالات کے متعلق تھے۔ نمازِ عشاءکے بعد امیر محترم جناب حاجی الطاف صاحب کے ہاں تشریف لے گئے، جہاں پر ایک پر تکلف دعوتِ طعام کا اہتمام تھا۔ بعد ازاں امیر محترم جناب اشفاق احمد میر صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے جہاں طلبا ان کے منتظر تھے۔ ان کے ساتھ سوال و جواب اور تعارف کی نشست قریباً ۴۵ منٹ جاری رہی جس کے بعد ۵ یا ۶ طلباءنے سمع و طاعت فی المعروف کی بیعت کی۔ یہ نشست امیر محترم کے حالیہ دورۂ پشاور کی آخری اجتماعی نشست تھی۔ پشاور کا جلسۂ عام اور رفقاء و احباب کے یہ اجتماع رفقاءکے خلوص' اَن تھک محنت اور لگن' ذمہ دار حضرات کے تن دہی سے اپنے فرائض کی انجام دہی' اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایات اور نصرت سے ہی ممکن ہوئے۔ آخر میں ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ تمام امور حسن و خوبی سے پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی ہم کو اس سے بڑھ کر دعوت و اقامتِ دین کی جدّوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مندرجہ بالا رُوداد دو خصوصی ملاقاتوں کے ذکر کے بغیر ادھوری رہے گی۔ امیر محترم نے دارالعلوم سرحد میں جا کر جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر مولانا ایوب جان بنوری صاحب سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں مولانا محمد امیر صاحب بجلی گھر' دارالعلوم سرحد کے

مفتی شہاب الدین صاحب اور مولانا ایوب بنّوری کے صاحب زادے خالد بنوری صاحب بھی شریک رہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ملکی حالات اور دینی جدوجہد پر تبادلہ خیال کیا۔ یہ ملاقات تقریباً ۳۵ منٹ تک رہی۔

اس کے علاوہ اسلامک سنٹر کے جوان سال مدرّس معراج الاسلام ضیاء صاحب نے خصوصی طور پر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کے لئے وقت لیا۔ معراج الاسلام ضیاء صاحب نے عربی اور اسلامیات میں ایم اے کرنے کے علاوہ اسلامیات میں ڈاکٹریٹ کی ہے اور ان دنوں اسلامک سنٹر میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے ساتھ امیر محترم کی ملاقات کی دو نشستیں ہوئیں۔ ایک ۲۵ر ستمبر کی صبح اور دوسری ۲۶ر ستمبر کی سہ پہر کو۔ امیر محترم نے معراج الاسلام صاحب کو قرآن اکیڈمی آنے کی دعوت دی اور ساتھ ہی تفصیلی گفتگو اور ملاقات کے لئے کچھ وقت فارغ کر کے آنے کی استدعا کی جس کا معراج الاسلام صاحب نے ارادہ کرلیا۔

میں اس روداد کو اس دعا کے ساتھ اختتام پذیر کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس کام میں ہم سے ہونے والی تمام کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ان تمام افراد کو اجر عظیم عطا فرمائے جنہوں نے اس دعوتی کام میں اپنے اوقات اور توانائیاں صرف کیں اور مالی انفاق کیا۔ آمین ثم آمین۔

مرسلہ: میجر (ریٹائرڈ) فتح محمد۔ پشاور

دین کے انتہائی اہم اور بنیادی موضوع
حقیقت و اقسام شرک پر ڈاکٹر اسرار احمد
کے ایک ایک گھنٹے کے چھ لیکچر جو ۶ کیسٹوں میں دستیاب ہیں
ہدیہ پاکستانی کیسٹ ۱۲۰ روپے (مکمل سیٹ)

امیر تنظیم اسلامی کے ۸ ہر ستمبر کے خطاب جمعہ کا

پریس ریلیز

لاہور ۸ ہر ستمبر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ انتخاب ملتوی کر کے مارشل لا لگایا گیا تو قومی انتشار کی موجودہ کیفیت ایک دھماکے سے پھٹ پڑے گی اور سندھ میں اس کا شدید رد عمل ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ آئندہ چند ہفتوں کے دوران بھارت کی طرف سے آزاد کشمیر پر حملے کا شدید خطرہ ہے اس لئے فوج کو کسی ایسی الجھن میں نہیں پھنسنا چاہئے جس سے اس کی دفاعی صلاحیت متاثر ہونے کا اندیشہ ہو۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اس امکان کیطرف اشارہ کیا کہ ہلسنکی میں امریکی صدر بش نے روسی صدر گورباچوف سے عراق کی حمایت نہ کرنے کے بدلے میں یہ سودا طے کر لیا ہے کہ آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات کو بھارت کے حوالے کر کے کشمیر کے جھگڑے کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اور چین مل کر ہی دونوں بڑی طاقتوں کی اس سازش کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ واخان کی پٹی پر روس کی چھاتہ بردار فوج کی آمد اسی سازش کی کڑی ہے اور بھارت نے بھی سیاچن کے برف زاروں میں بے پناہ مالی وسائل اور فوجیوں کی جانوں کی قربانی بلاوجہ نہیں دی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ روس اور امریکہ دونوں چین سے ناخوش ہیں کیونکہ اس نے روس کے طرح نہ نظریاتی پسپائی اختیار کی ہے اور نہ انسانی حقوق کے میدان میں امریکہ کی چودھراہٹ کو قبول کیا ہے۔ اس لئے دونوں سپر طاقتیں چین کو پاکستان سے کاٹ دینا چاہتی ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ آزاد کشمیر پر بھارتی حملے کی صورت میں ہماری سیاسی اور فوجی قیادت کا کڑا امتحان ہو گا کہ آیا وہ آزاد کشمیر کو قربان کر کے پاکستان کے وجود کو بچانے کی پالیسی اختیار کرتے ہیں یا ہرچہ بادا باد کا نعرہ بلند کر کے بھارت پر اسی طرح جوابی حملہ کرتے ہیں جس طرح ستمبر ۶۵ء کی جنگ میں بھارت نے بین الاقوامی سرحد پار کر کے پاکستان پر کیا تھا۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پاکستان کو درپیش بیرونی خطرات کا مقابلہ فوج تنہا نہیں کر سکتی۔ اس کے لئے ہر بالغ اور صحت مند شہری کو فوجی تربیت دے کر ایک عوامی فوج تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر عوامی فوج تیار کرنے کا فیصلہ ایک ایسی مستحکم حکومت ہی کر سکتی ہے جو عوام سے خوف زدہ نہ ہو بلکہ اُسے عوام پر اعتماد ہو۔ جامع القرآن ماڈل ٹاؤن میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر

اسرار احمد نے کہا کہ سابقہ اسمبلیوں کی بحالی کے بغیر الیکشن کسی صورت بھی ملتوی نہیں ہونے چاہئیں ۔ انہوں نے کہا کہ اسمبلیاں عدالتی فیصلے کے نتیجے میں بھی بحال ہو سکتی ہیں اور دوسری صورت میں صدر غلام اسحٰق خان اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اپنا حکم واپس لے کر بھی اسمبلیوں کو بحال کر سکتے ہیں ۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے مزید کہا کہ ایسے کسی فیصلے کے مثبت نتائج حاصل کرنے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اسمبلیوں کی بحالی سے پہلے سیاست دان ایک قومی حکومت کی تشکیل پر رضا مند ہو جائیں تاکہ وفاق اور صوبوں کے درمیان محاذ آرائی کی صورت دوبارہ پیدا نہ ہو اور پوری قوم متحد ہو کر موجودہ عالمی بحران اور ملک کو درپیش بیرونی خطرے کا مقابلہ کر سکے ۔ انہوں نے کہا کہ بڑے پیمانے پر پوری قوم میں جہاد کا عزم بیدار کرنا اور ہر شہری کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے فوجی تربیت دینا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے ۔

کاشف عبداللہ

ناظم نشرو اشاعت

بقیہ : تعلیم و تعلّمِ قرآن کی ضرورت و اہمیت

جسے کبھی ختم نہیں ہونا ہے ۔ تو آپ دنیا میں بھی ایک دوسرے کے دکھ درد بانٹیے ' ایک دوسرے کے کام آیئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ یاد رکھیے کہ خدمتِ خلق کا اعلیٰ ترین تصور لوگوں کو ہدایت کے راستے کی طرف بلانا ہے ۔ یہ ان کی اصل ویلفیئر ہے ۔ میں اپنی ان گزارشات پر اکتفا کر رہا ہوں اور آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں حاضر ہو کر اپنی یہ باتیں آپ کے گوش گزار کرنے کا موقع عنایت کیا ۔

اقول قولی ھٰذا و استغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات

ہم مغرب سے مقابلہ کرتے ہیں

....اور اُن ہی کی سرزمین پر!

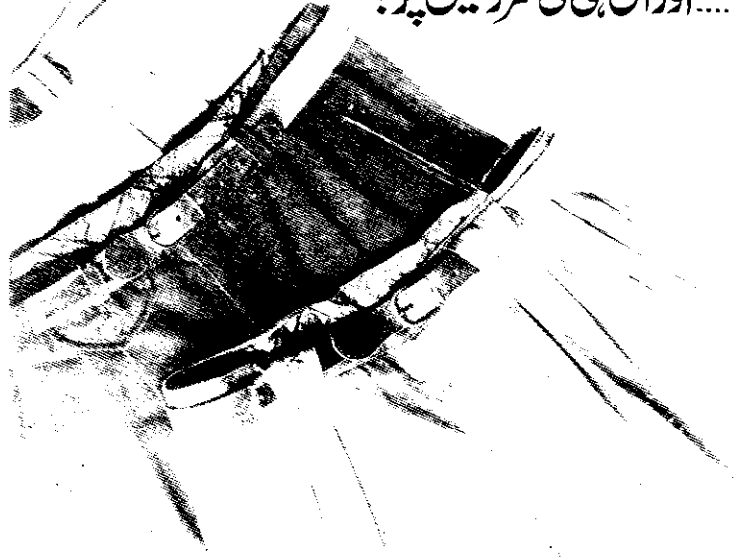

ہم اپنے گارمنٹس، بیڈلنن اور ٹیکسٹائل کی دیگر مصنوعات مغربی ممالک، اسکینڈی نیوین ممالک، شمالی امریکہ، روس اور مشرق وسطیٰ کے ملکوں کو برآمد کرتے ہیں اور ہماری برآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے لیکن بیرونی منڈیوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ہمیں انتھک محنت کرکے اپنی فنی مہارت اور معلومات میں مستقل اضافہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی محنت جو ہمیں تھک کر دم نہیں لینے دیتی ایسی محنت جو ہماری کارکردگی کے معیار کو بلند کرتی ہے۔ ایسی محنت جو کوالٹی ڈیزائن اور پابندی وقت کے سلسلے میں کرم فرماؤں کے مطالبات اطمینان بخش طریقے پر پورا کرنے کا ہمیں اہل بناتی ہے۔

Made in Pakistan
Registered Trade Mark

Jawad

جہاں شرط مہارت
وہاں جیت ہماری

معیاری گارمنٹس تیار کرنے اور برآمد کرنے والے

ایسوسی ایٹڈ انڈسٹریز (گارمنٹس) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ

IV/C/3-A ناظم آباد کراچی - 18 - پاکستان - فون 610220-616018-628209
کیبل "JAWADSONS" ٹیلیکس 24555 JAWAD PK فیکس (92-21) 610522

MONTHLY
Meesaq
LAHORE

Regd.L.No 7360
VOL. 39 NO.10
OCTOBER 1990